قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۲ روپیہ

نمبر ۱۱۰	مورخہ ۱۲ جون سنہ ۱۹۳۰ء	یوم پنجشنبہ	مطابق ۱۴ محرم سنہ ۱۳۴۹ھ	جلد ۱۷

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالٰے کی صحت اللہ تعالٰے کے فضل و کرم سے اچھی ہے۔

کل (۹ جون) مجاہدہ کا آخری ساتواں روزہ تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالٰے نے بعد نماز مغرب دیر تک دعا فرمائی۔ حضور نے باوجود کمزوری صحت اور موسم کے سخت گرم ہونے کے خدا کے فضل سے سب روزے رکھے ہیں :۔

۱۱ جون ایک وفد جناب مولوی عبد الرحیم صاحب درد ایم اے جناب شیخ یعقوب علی صاحب اور جناب مفتی محمد صادق صاحب پر مشتمل گورنر پنجاب کی خدمت میں شملہ پیش ہوگا۔ اس غرض کے لئے جناب درد صاحب اور شیخ صاحب ۱۰ جون قادیان سے روانہ ہوئے :۔

تحریکِ سول نافرمانی کے حامیوں کے دلائل اور اعتراضات

کانگریس کی موجودہ تحریک قانون شکنی کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالٰے نے جو متعدد خطبات ارشاد فرمائے ہیں۔ ان سے واضح ہو چکا ہے۔ کہ یہ تحریک کسی لحاظ سے بھی ملک کے لئے فائدہ رساں نہیں۔ اور خاص کر مسلمانوں کے لئے سخت تباہ کن ہے۔ حضور نے ایک حال کے خطبہ میں جو اسی اخبار میں درج ہے۔ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی صاحب کانگریس کی اس تحریک کی حمایت میں دلائل پیش کریں۔ یا حضور کے ارشاد فرمودہ خطبات پر کوئی اعتراض کریں۔ تو وہ حضور کی خدمت میں لکھکر بھیجدیا جائے۔ اگر اس میں کچھ وزن اور معقولیت ہوئی تو حضور تقریر یا تحریر کے ذریعہ اس کا جواب دے دینگے :۔

پس احباب کو چاہیئے۔ اگر ان کے سامنے کوئی شخص معقولیت کے ساتھ کانگریس کی موجودہ تحریک کی حمایت میں کوئی ایسی بات پیش کرے۔ جس پر پہلے روشنی نہیں ڈالی گئی۔ یا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالٰے کے بیان فرمودہ دلائل پر اعتراض کرے۔ تو وہ جلد سے جلد حضور کی خدمت میں لکھکر بھیج دیں۔ حضور کا منشاء یہ ہے۔ کہ اس قسم کی تمام باتوں کی حقیقت اہل ملک اور خاصکر مسلمانوں پر واضح کر دی جائے تا وہ سیدھا راستہ اختیار کر سکیں :۔

شملہ میں "ٹریبیون" کی خبر کس طرح سُنی گئی

کل اور پرسوں دو دن شملہ میں ہمیں بہت ہی مصروفیت کے گذرے۔ میرے وجدان نے تو ہرگز قبول ہی نہیں کیا۔ کہ یہ خبر درست ہو۔ گو طبعاً صدمہ سخت محسوس ہوا۔ جماعت کے بعض لوگ تو بہت ہی گھبرائے۔ منشی کریم بخش صاحب باوجود علالت طبع پہاڑیوں پر دوڑتے احمدیوں کے گھروں میں گئے۔ سب کی آوازیں لرزاں اور رقت آمیز ہوگئیں۔ مگر غیر احمدیوں میں بھی ایک عام ہمدردی کا اظہار تھا۔ میں باہر نکلا۔ اور اوپر بازار گیا۔ تو قدم قدم پر واقف اور ناواقف لوگ ٹھیراتے۔ اور کہتے۔ جناب یہ مرزا صاحب کے متعلق جو خبر موصول ہوئی ہے۔ یہ غلط ہوگی ؛

سید محسن شاہ صاحب ایڈووکیٹ لاہور بھی یہاں آئے ہوئے ہیں۔ کہنے لگے مجھے یہ دکھ ہوا۔ کہ مسلمانوں کو اس وقت راہ راست پر چلانے والا ایک ہی شخص تھا۔ وہ بھی چلا گیا۔ تو باقی کیا رہا ؛

سر عبدالقادر صاحب نے راستہ میں رکشا کھڑا کر لیا۔ اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔ انہیں خاص صدمہ معلوم ہوتا تھا۔ کہتے تھے۔ میری طرف سے خوشخبری پر مبارکباد دیں۔ میں خود بھی لکھونگا۔ علالت طبع کے سبب چند روز کے واسطے شملہ آئے ہوئے ہیں ؛

وائسرائے صاحب بہادر کے میر منشی صاحب اور کئی معزز دوستوں کے ٹیلی فون آئے۔ اتفاق سے میرے ساتھ کے مکان میں ٹیلی فون ہے۔ جن لوگوں کو معلوم تھا۔ کہ میں کہاں رہتا ہوں۔ اور میرے نزدیک ٹیلی فون ہے۔ ان سب نے ٹیلی فون دئے۔ غرض اس واقعہ سے یہ فائدہ تو ہوا۔ کہ عام طور پر مسلمانوں کے دلوں میں جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی عزت اور عظمت ہے اس کا اظہار ہوگیا ؛ عاجز محمد صادق عفا اللہ عنہ

ضروری اطلاع

بعض احمدی جماعتیں سیاسی امور کے متعلق قرار دادیں پاس کرنے کے ساتھ ہی ٹریبیون کی بدخبر کے متعلق بھی وائسرائے ہند کو توجہ دلا رہی ہیں۔ لیکن انہیں لکھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ معاملہ گورنمنٹ پنجاب سے متعلق ہے۔ بلکہ ہوم سیکرٹری گورنمنٹ پنجاب سے تعلق رکھتا ہے ؛

گورنمنٹ کی حمایت میں لٹریچر

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات کے علاوہ بعض مقامات پر احمدی اصحاب نے خود بھی اس قسم کا لٹریچر شائع کیا ہے۔ جس میں موجودہ شورش سے لوگوں کو علیحدہ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چنانچہ گجرات سے ملک برکت علی صاحب جنرل سکرٹری انجمن نے ایک بہت دلچسپ آٹھ صفحہ کا ٹریکٹ شائع کرکے لوگوں میں مفت تقسیم کیا ہے۔ اسی طرح پیر اکبر علی صاحب ایڈووکیٹ ممبر پنجاب کونسل نے "زمیندارو ہوشیار ہوجاؤ" اور "مسلمان اور کانگریس" کے عنوان سے دو اشتہار شائع کئے ہیں جنہیں بکثرت مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا ہے ؛

"الفضل" کی ضرورت تسلیم کی جا رہی ہے

جب سے "ٹریبیون" میں غلط خبر چھپی ہے۔ ہمارے کئی احباب جاگ اٹھے ہیں۔ اور انہوں نے اس امر کو محسوس کر لیا ہے۔ کہ الفضل کے خریدار نہ رہ کر ہم اپنی روحانیت کا بہت بڑا نقصان کر رہے تھے۔ اور وہ اب خریدار ہو رہے ہیں۔ کیونکہ الفضل ہفتہ میں تین بار ہے۔ اور ان کو موجودہ حالات کے ماتحت زیادہ سے زیادہ مرکز سے وابستہ اور حضرت امام کے خطبات و ہدایات سے مستفید کرتا ہے۔ احباب کرام اس موقعہ سے فائدہ اٹھائیں اور تلافی مافات کرتے ہوئے اپنی اپنی خریداری کی درخواستیں پیشگی قیمت (بذریعہ منی آرڈر) کے ساتھ بھجوا دیں۔ اس طرح چار آنے کا فائدہ رہتا ہے۔ اور وی۔پی کی وصولی تک اخبار الفضل کا انتظار بھی نہیں کرنا پڑتا۔ جس کے لئے بعض اوقات ۱۵۔۲۰ روز گذر جاتے ہیں ؛ (مینیجر الفضل قادیان)

۱۔ ۲۵ مئی خدائے خالق نے غلام رسول خانصاحب سکرٹری جماعت احمدیہ موسا بنی مائینس کے ہاں لڑکی عطا کی۔ احباب درازیٔ عمر کی دعا فرمائیں۔ خاکسار عبدالقدوس از موسا بنی مائینس۔

۳۔ میرے بھائی عبدالرحمٰن صاحب کے ہاں اللہ تعالیٰ نے ۳۰ مئی کو لڑکا عطا فرمایا ہے جس کا نام نثار احمد رکھا ہے۔ احباب دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ لمبی عمر بخشے اور خادم دین بنائے۔ خاکسار محمد شریف لائلپور

۴۔ ۲۵ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جناب ڈاکٹر فضل الدین صاحب احمدی کمپالہ امیر جماعت احمدیہ یوگنڈا کے ہاں لڑکا عطا فرمایا۔ احباب سے درخواست ہے۔ کہ وہ مولود مسعود کی درازیٔ عمر

اخبار احمدیہ

تبلیغی ٹریکٹ انجمن احمدیہ دہلی نے کچھ عرصہ سے مہینہ میں دو بار تبلیغی ٹریکٹوں کا سلسلہ جاری کیا ہوا ہے اس وقت اس سلسلہ کا ٹریکٹ نمبر ۶ جس میں ایک سو سے زائد علامات ظہور امام علیہ السلام درج ہیں، شائع ہوچکا ہے۔ دوسری انجمنیں یا احباب جس قدر تعداد میں اپنے ہاں تقسیم کرنے کی غرض سے منگوانا چاہیں۔ ان کو اصل لاگت پر جو کہ کم و بیش ۲ ۱/۲ روپیہ فی ہزار ہے۔ دئے جائیں گے۔ احباب چاہیں۔ تو ٹریکٹ نمبر ۶ بطور نمونہ منگوا کر دیکھ سکتے ہیں۔ (خاکسار عبدالحمید سکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ دہلی)

تلاش گمشدہ میاں فضل الٰہی ولد مہتاب سکنہ ونجوکی گھجور والی عرصہ چار سال سے زائد ہوچکا ہے۔ روپوش ہے اگر کسی احمدی بھائی کو اس کا پتہ ہو۔ تو مطلع فرمائیں۔ میاں جیونہ ترکوڑی

درخواست ہائے دعا ۱۔ بندہ کی اہلیہ عرصہ ڈیڑھ سال سے بیمار ہے۔ احباب صحت کے لئے دعا کریں خاکسار عبدالرحمٰن۔ کندیاں۔ ۲۔ احباب سرحدی صوبہ کے احباب کی خیر و عافیت کے لئے درد دل سے دعا کریں۔ خاکسار امین الحق راولپنڈی ۳۔ میرے والد عبدالرحیم خاں صاحب مہاجر بخار اور کھانسی سے بیمار ہیں۔ احباب صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار خلیل الرحمٰن خاں حموی ۴۔ مولوی محمد رمضان خاں احمدی آف نندپور ضلع لدھیانہ کے دو لخت جگر ان کو ۶ ماہ کے قلیل عرصہ میں داغ مفارقت دے چکے ہیں جس سے انہیں سخت صدمہ پہونچا ہے۔ احباب دعا کریں۔ کہ خدا تعالیٰ ان کو صبر جمیل اور نعم البدل عطا کرے۔ خاکسار آغا محمد عبدالرحیم کراچی ۵۔ میں شدید مخالفت کی وجہ سے ہجرت کرکے کچھ عرصہ سے قادیان آگیا ہوں۔ احباب دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں کامیاب کرے۔ اور میرے بچوں کو خادم دین بنائے۔ امیر الدین متوطن لنگیری۔ ۶۔ قاضی بشیر احمد صاحب بھٹی کی چھوٹی لڑکی بعارضہ نمونیا سخت بیمار ہے۔ ناظرین اخبار سے دعائے صحت کے لئے درخواست ہے۔ فیض احمد بھٹی

اعلان نکاح مسمی عبداللہ ولد اللہ رحم احمدی موضع بن باجوہ ضلع سیالکوٹ کا نکاح مسماۃ خورشید بیگم بنت محمد الدین احمدی مرحوم بولایت شمس الدین بعوض مہر مبلغ چھ صد روپیہ مولوی محمد حسین صاحب نے ۲۶ مئی سنہ ۱۹۳۰ء کو پڑھا۔ مہر مذکور میں سے مبلغ تین صد روپیہ نقد بولایت شمس الدین صاحب احمدی خورشید بیگم کی والدہ صاحبہ بیگم بی بی کے پاس امانت رکھا گیا۔ مرسلہ شکر الدین سکرٹری

ولادت ۱۔ اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو چوتھا لڑکا عطا فرمایا ہے تاریخ ولادت ۲ مئی سنہ ۱۹۳۰ء نام امتیاز احمد۔ احباب دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ عمر دراز فرمائے اور خادم دین بنائے۔ علی احمد کارکن قادیان

بیٹے کے لئے دعا فرمائیں۔ نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو نیک۔ احمدیت کا خادم بنائے۔ اور وہ والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا موجب ہو۔ نیز ۱۲ مئی بروز جمعہ اللہ تعالیٰ نے میرے ہاں لڑکی عطا فرمائی۔ احمدی احباب سے درخواست ہے۔ کہ وہ زچہ و بچہ کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ خاکسار نصر اللہ خان ملک احمدی از جنجوعہ (۵) میرے ہاں ۱۳ اپریل لڑکی پیدا ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے امۃ الرشید نام رکھا۔ بزرگان جماعت سے دعا کی درخواست ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۱۱۱ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۲ جون ۱۹۳۰ء | جلد ۱۷

مسلمانوں کو ایک واجب الاطاعت امام کی ضرورت

موجودہ زمانہ میں روئے زمین کے تمام مسلمانوں کے خلاف جن ابلیسی قوتوں کا خطرناک مظاہرہ ہو رہا ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آج دشمن کا ہر ایک وار مسلمانوں پر پڑتا۔ اور اس کا ہر ہاتھ اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف اٹھتا ہے۔ اس کی خواہش اور آرزو ہے۔ کہ اسلام مٹ جائے۔ اور مسلمان دنیا سے ناپید ہو جائیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے مخالفین اسلام ہر ناجائز سے ناجائز طریق بھی اپنے لئے جائز اور درست سمجھتے۔ اور اسے بڑی خوشی سے جادۂ عمل بنانے کھڑے ہیں۔ عالم اسلامی میں فرزندان توحید پر شدائد کا کوہ گراں ٹوٹ رہا ہے۔ معاندین اسلام کی طرف سے عرصۂ حیات تنگ کیا جا رہا ہے۔ مصائب و مشکلات کے کانٹے رستوں میں بکثرت بکھرے پڑے ہیں۔ نہ صرف مذہبی بلکہ سیاسی اور تمدنی پہلوؤں سے بھی مسلمانوں کو کچلا جا رہا ہے۔ مسلمان یہ سب کچھ اپنی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ مگر کچھ کر نہیں سکتے۔ وہ بے کس اور بے بس ہیں انہیں نظر نہیں آتا۔ کہ آج وہ کیا طریق عمل اختیار کریں۔ اگر ان میں اتحاد و اتفاق ہوتا۔ اگر وہ کسی ایک مرکز پر مجتمع ہوتے۔ اگر ان کا کوئی واجب الاطاعت لیڈر اور امام ہوتا۔ خطرات سے بچا کر منزل مقصود تک پہونچانے والا رہنما ہوتا۔ تو ان میں ہمت ہوتی ان کا دل مضبوط ہوتا۔ اور وہ مردانہ وار دنیا کے مقابلہ میں ڈٹ جاتے۔ مگر اب وہ اپنے تفرق و تشتت سے سخت پریشان ہیں۔ اور اس بات کے بے حد متمنی ہیں۔ کہ کاش وہ کسی مرکز پر جمع ہو کر کسی راہنما کی راہبری میں اس پُرخار وادی سے گذر سکیں۔ وہ حیران اور پریشان ہو کر چاروں طرف دیکھتے ہیں۔ مگر انہیں کوئی ملجأ و ماویٰ نظر نہیں آتا۔ وہ جانتے ہیں جنہیں انہوں نے لیڈر بنایا جن کے پیچھے چلے۔ جنہیں سیاہ و سفید کے اختیارات دئے۔ وہی انہیں تباہی و بربادی کے گڑھے میں دھکیلنے کا باعث ہوئے جن کے سپرد ان کی پاسبانی ہوئی۔ وہی ان کے ادبار کا باعث بنے۔ جن کی قیادت میں ان کا لشکر صف آرا ہوا۔ وہی میدان جنگ سے پیٹھ موڑ کر بھاگے۔ پس وہ خوب جانتے ہیں۔ کہ ان کے لیڈروں نے ان سے کیا سلوک کیا۔ اسی لئے آج وہ علی الاعلان ان لیڈروں سے بیزاری ظاہر کر رہے ہے۔ اور ان کی تباہ کاریوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ چنانچہ "درد انگیز فریاد" کے عنوان سے معاصر اتحاد (۳۱۔ مئی) میں ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں لکھا ہے:۔

"اے راہنمایانِ ملت۔ تنہا تم ہی ذمہ دار ہو قوم کی تباہی اور انتشار کے۔ تنہا تم ہی سبب ہو قوم کی شکستہ حالی کے۔ صرف تمہاری ہی بدولت ہم اس وقت اُس شخص کی حالت میں ہیں۔ جسے راہزن راہبر دھوکا دے کر اندھیرے میں چھوڑ گیا ہے اور وہ ہر طرف ٹاپک ٹوئیے مار رہا ہے۔ کہ کس طرف راہ پائے"

"فتنہ ارتداد میں تمہارا اختلاف جلوہ گر رہا۔ سارڈا ایکٹ کے بارے میں تم نے قوم کے جذبات کی پرواہ نہیں کی۔ خلافت کانفرنس میں تم متحد نہ ہو سکے۔ مسلم لیگ میں تم متفق نہ ہو سکے۔ تبلیغ کانفرنس میں تمہاری نا اتفاقی نمایاں رہی۔ مسلم کانفرنس میں تم ایک نقطۂ خیال پر مجتمع نہ ہو سکے۔ معاملاتِ حجاز میں تم نے اپنے ہاتھ دکھائے۔ امان اللہ و نادر خان کے معاملہ میں تم تُو تُو مَیں مَیں سے باز نہ رہے۔ میں کہاں تک گناؤں۔ تم نے کہیں بھی تو اختلاف رائے کا احترام نہیں کیا۔ تم نے کہیں بھی تو اتحاد عمل کے لئے ایثار کا ثبوت نہ دیا۔ انتہا یہ ہے۔ کہ تم کہیں بھی تقسیم عمل جیسے سہل العمل اصول پر عملدرآمد نہ کر سکے۔ اور ہماری بدبختی کی انتہا یہ ہے۔ کہ تم کو اب تک اختلاف خیال اور اتحاد عمل یا تقسیم عمل اور اتحاد قوم کا گُر یاد نہ آیا"۔

"پھر اے خداوندانِ ملت۔ بتلاؤ۔ کب تک تمہاری یہی حالت رہے گی۔ اور تم کب تک ہمیں اس ذلت و نکبت میں مبتلا رکھو گے اور اگر تم میں سے صلاحیت مفقود ہو گئی ہے۔ تو تم کیوں راہنمائی سے دست بردار نہیں ہو جاتے۔ ایسے راہنماؤں سے قوم کا بے سر ہونا ہی زیادہ بہتر ہے۔ تمہاری ہمسایہ مقابل قوم کا طرزِ عمل بھی تمہیں راہ نہیں بتا سکتا۔ وہ ہر طرح غیر کے مقابلہ میں متفق ہو جاتے ہیں۔ اور یہ کیسی شرم کی بات ہے۔ کہ برسر اقتدار حکومت کا سب سے بڑا نمائندہ وائسرائے بھی نہیں تو تنبیہ دلا رہا ہے۔ کہ مسلمانوں میں ایک لیڈر ہونا چاہیئے۔ اور تم کو پھر بھی غیرت نہیں آتی"۔

اسی قسم کی چیخ و پکار ہر طرف سے کانوں میں پہونچ رہی ہے مسلمانوں کی تباہی و بربادی انتہا کو پہونچ چکی ہے۔ ادھر راہنماؤں کی خرابی کی کوئی حد نہیں رہی۔ لیکن کس قدر حیرت اور تعجب کا مقام ہے۔ کہ مسلمانوں کی آنکھیں ابھی تک نہیں کھلتیں۔ اور انہیں وہ لیڈر اور امام اب بھی نظر نہیں آتا۔ جو خدا تعالیٰ نے ان کی راہ نمائی کے لئے خود مبعوث کیا۔ اور جس کا قائم مقام ان خطرات سے ہر زمانہ میں نہایت صحیح اور درست راہ نمائی کر رہا ہے۔ کیوں اس کی راہ نمائی قبول نہیں کی جاتی۔ اور کیوں ظلمت و تاریکی میں اس روشنی کے مینار کی طرف رُخ نہیں کیا جاتا۔

"اتحاد" خود لکھتا ہے:۔ "مسلمانوں میں ہمت ہے۔ جرأت ہے۔ استقلال ہے۔ قوت عمل ہے۔ آزادی کی تڑپ ہے۔ ہندوؤں کا خوف نہیں۔ حکومت کا رعب نہیں۔ اگر کوئی خرابی اور سب سے بڑی خرابی ہے۔ تو وہ ان کا انتشار اور کسی مرکز پر مجتمع نہ ہو سکنے کی لعنت ہے"۔

بے شک سب سے بڑی لعنت یہی ہے۔ کہ مسلمان کسی مرکز پر جمع نہیں۔ کسی ایک ہاتھ میں ان کے ہاتھ نہیں۔ کسی ایک قائد کی قیادت انہیں میسر نہیں۔ اور وہ خود کہہ رہے ہیں۔ "حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کو حقیقی راہ نما نصیب نہیں"۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی درست ہے۔ کہ ایسے لوگوں نے اپنی آنکھوں پر اپنے ہاتھوں پٹی باندھ رکھی ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ نے انہیں حقیقی راہ نما سے محروم نہیں رکھا۔ اس نے اپنی طرف سے راہ نما بھیجدیا۔ جس نے ایک جماعت قائم کر دی۔ اور اس کی راہ نمائی دنیا دیکھ رہی ہے۔ پس اس وقت اگر مسلمانوں سے کسی کو حقیقی راہ نما میسر ہے۔ تو وہ جماعت احمدیہ ہے۔ دوسرے مسلمان بھی اگر حقیقی راہ نما کی راہ نمائی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس جماعت میں شامل ہو جائیں۔ ورنہ یاد رکھیں۔ قیامت تک نہ انہیں کوئی حقیقی راہ نما میسر آئے گا۔ اور نہ بربادیوں کے بھنور سے وہ نکل سکیں گے۔

"ٹریبیون" کی غلط خبر کا منبع

"ٹریبیون" کی غلط بیانی کا ذکر کرتے ہوئے آریہ اخبار "پرکاش" (۸۔ جون) نے جہاں یہ لکھا ہے۔ کہ "اس قسم کی جھوٹی خبر کی تشہیر شر انگیز دیدہ دلیری ہے"۔ وہاں اس کے خیال میں اس کی ذمہ واری مباہلہ والوں پر ڈالی جانی چاہئے تھی۔

ہمیں اس بارے میں اور حلقوں کی طرف سے بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ اور مباہلہ والے شرارت اور خباثت کے جس درجہ پر پہونچ چکے ہیں۔ اس کے لحاظ سے بھی یہ کوئی بعید بات نہیں۔ لیکن جہاں تک

ان حالات کا تعلق ہے۔ جو اس وقت تک معلوم ہو سکے ہیں یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جس طرح کانگریس کے نچلے طبقہ کے والنٹیر مختلف مقامات پر خلاف انسانیت و شرافت حرکات کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔ اسی طرح اس جھوٹی خبر کی اشاعت میں بھی ایسے ہی لوگوں کا دخل ہے۔ اور وُہ مباہلہ والوں کے ساتھ سازباز رکھنے والے ہیں۔ اس لحاظ سے پرکاش کا خیال بھی درست ہے۔ اور دیگر اصحاب جو اس شرارت کا منبع مباہلہ والوں کو قرار دیتے ہیں۔ وُہ بھی حق بجانب ہیں :

کیا سول نافرمانی شرارت آمیز تجویز ہے؟

کلکتہ کے مسلمانوں نے بلدیہ کلکتہ کے کانگریسی ممبروں کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ کر ایک جلسہ عام میں یہ تجویز پاس کی تھی۔ کہ مسلمان محصولات ادا کرنے سے قطعاً انکار کر دیں۔ اور بلدیہ کے خلاف سول نافرمانی کی مہم کے لئے تیار ہو جائیں :

ہم چونکہ سول نافرمانی کو ہر حال میں نقصان رساں سمجھتے ہیں۔ اس لئے ہم نے مسلمانانِ کلکتہ کو یہی مشورہ دیا تھا۔ کہ وُہ اپنے مطالبات پُورے کرانے کے لئے آئینی جد وجہد سے کام لیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا۔ کہ کسی کانگریسی کو سول نافرمانی کے خلاف کچھ کہنے کا کوئی حق نہیں ہے :

لیکن تعجب ہے۔ کہ اس وقت جبکہ خود کانگریس سول نافرمانی کو انتہا تک پہنچانے میں مصروف ہے۔ ایک کانگریسی اخبار:- "امرت بازار پتریکا" "مسلمانان کلکتہ کی تجویز سول نافرمانی کے خلاف بے حد غیظ و غضب کا اظہار کرتا ہؤا لکھتا ہے :-

"دوسری تجویز میں مسلم محصول دہندگان پر زور دیا گیا ہے کہ وُہ ادائگی محصولات سے انکار کر دیں۔ یہ ایسی شر انگیز اور شرارت آمیز تجویز ہے۔ کہ اس کی جتنی مذمت کی جائے۔ کم ہے مسلم اراکین کو مسٹر فضل الحق کے شیطانی دماغ نے گمراہ کر دیا اور یہ اراکین اس نازک وقت میں اپنے ملک، اور اپنی قوم سے غداری کر رہے ہیں۔ اور دُشمن کے ہاتھ میں کھلونا بنے ہوئے ہیں"

اگر مسلمانان کلکتہ کی بلدیہ کے خلاف سول نافرمانی شر انگیز اور شرارت آمیز ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ حکومت کے خلاف کانگریس کی سول نافرمانی کو بھی ایسا ہی نہ سمجھا جائے۔ اور جس دماغ نے یہ تجویز کی ہے۔ اسے بھی ویسا ہی سمجھا جائے۔ جیسا مسٹر فضل الحق کے متعلق کہا گیا ہے۔ اس کی ایک ہی وجہ ہے۔ اور وُہ یہ ہے۔ کہ بلدیہ کلکتہ کانگریسی ہندوؤں کے قبضہ میں ہے اور اس کے خلاف سول نافرمانی کرنے والے مسلمان ہیں۔ لیکن ہندوستان انگریزوں کے قبضہ میں ہے۔ اور حکومت کے خلاف سول نافرمانی کرنے والے ہندو ہیں :

ہندوؤں کی فتنہ انگیز تاریخ نویسی

سکھ معاصر شیر پنجاب (۲۷- اپریل) نے ہندوؤں کی تاریخ دانی اور تاریخ نویسی پر ایک دلچسپ تبصرہ کیا ہے۔ اور دیوتا سروپ بھائی پرمانند جی کے متعلق جو اس وقت بہترین ہندو مؤرخ سمجھے جاتے ہیں۔ لکھا ہے :-

"تعصب اور ہٹ دھرمی ایک مؤرخ کے لئے بہت بڑے عیب کا حکم رکھتی ہے۔ یہ عیب بھائی جی کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا ہے۔ واقعات خواہ کچھ کہیں۔ مگر وُہ ہندو جنتا کو اس جھوٹے اور پر فریب نتیجہ پر لانا چاہتے ہیں۔ کہ سکھ اور مسلمان تمہارے دُشمن ہیں اور اس ناپاک خیال کو ثابت کرنے کے لئے مسلمانوں اور سکھ بزرگوں کی اشتعال انگیز توہین کرنے سے بھی نہیں چوکتے"

پھر لکھا ہے :-

"جن واقعات سے مسلمانوں کی بہادری۔ اولوالعزمی کا ثبوت ملتا ہو۔ اور جن سے ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ مسلمانوں کے باہمی دوستانہ تعلقات پر روشنی پڑتی ہو۔ دیوتا سروپ جی ان کو بالکل ہضم کر جاتے ہیں۔ اور لایعنی موضوع ناقابلِ اعتبار فرضی اور بناوٹی واقعات کو جن سے ہندو مسلمانوں میں باہمی عناد اور مسلمانوں کے فرضی مظالم آئینہ ہوتے ہیں۔ انہیں دیوتا سروپ جی مزے لے کر بڑی آب و تاب کے ساتھ نمک مرچ لگا کر تحریر کرتے ہیں"

یہ اس زمانہ میں ہندوؤں کی تاریخ نویسی کے متعلق ان کے ہی ایک بھائی بند کی رائے ہے۔ جبکہ ہندو اپنے آباؤ اجداد کی بنسبت بہت زیادہ وسیع خیال کہلاتے۔ اور تنگدلانہ عقائد سے بیزار سمجھے جاتے ہیں۔ ان حالات اور ایسی ذہنیت کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ ان مظالم اور ستم رانیوں کے فسانوں کی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔ جو ہندوؤں نے مسلم حکمرانوں کی طرف منسوب کی ہیں:

ہندو ۳۶۸ سال کے بعد

ہندو مذہب اندر سے اس قدر کھوکھلا ہو چکا ہے۔ کہ ہندو خود اس کے مٹ جانے کے اندازے لگانے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ چنانچہ آریہ گزٹ (۷- جون) لکھتا ہے :-

"جس رفتار سے ہم پنجاب میں گھٹ رہے ہیں۔ اس رفتار سے ۳۶۸- برس کے عرصہ کے بعد ہمارا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور پنجاب میں ایک بھی ہندو رشیوں کا نام لیوا نہیں رہے گا"

ہمارے نزدیک یہ اندازہ اس لحاظ سے درست نہیں۔ کہ جو رفتار پیش نظر رکھی گئی ہے۔ اس کی قدرتی ترقی کا خیال نہیں کیا گیا۔ باقی اس بات پر افسوس نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ ایک بھی ہندو رشیوں کا نام لیوا نہیں رہیگا۔ اگر ہندو نہیں رہیگا۔ تو کیا ہؤا۔ مسلمان جو نام لیوا موجود ہونگے۔ اب بھی وُہ رشیوں کو خدا کے پیارے سمجھتے ہیں :

امین آباد پارک لکھنؤ میں محفل میلاد کا قضیہ

غالباً ۱۹۲۷ء سے لکھنؤ میں امین آباد پارک کے اندر محفل میلاد کے انعقاد کے متعلق ہندو مسلمانوں میں اختلاف چلا آتا تھا۔ جو کئی مواقع پر نازک صورت بھی اختیار کر چکا ہے۔ اسی سلسلہ میں تمام مسلم ممبر احتجاجاً میونسپل بورڈ سے مستعفی بھی ہو گئے تھے۔ اور معلوم نہیں۔ ابھی تک واپس گئے ہیں۔ یا نہیں :

بہر حال اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ مسلمانوں نے اس پارک میں محفل میلاد کے انعقاد کا حق حاصل کرنے کے لئے بہت زور مارا۔ ہر ممکن کوشش کی۔ اور تمام ذرائع استعمال کئے۔ لیکن برادرانِ وطن کی رواداری اور اتحاد پسندی اسے گوارا نہ کر سکی۔ اور وُہ اسے اپنے مذہبی حقوق میں مداخلت سے تعبیر کرتے ہوئے ہمیشہ اس کی مخالفت پر تلے رہے :

لیکن اب حالات نے یکایک پلٹا کھایا۔ اور معاصر ہمت سے یہ معلوم کر کے ہمیں بے انتہا حیرت ہوئی۔ کہ امین آباد کے ہندوؤں نے چیئرمین میونسپل بورڈ کے نام ایک محضر نامہ ارسال کیا ہے۔ جس میں لکھا ہے :-

"میلاد شریف کے انعقاد سے ہندوؤں اور سماجیوں کے مذہبی حقوق میں کوئی مداخلت نہیں ہوتی۔ اس لئے . . . . مہربانی کر کے مسلمانوں کو میلاد شریف کرنے کی اجازت دے دی جائے" (ہمت یکم جون)

اگر ہندوؤں کی مخالفت کسی مذہبی بنا پر ہوتی۔ تو حالات آج بھی بدستور ہیں۔ آسمان سے کسی تازہ وحی نے ہندوازم میں اس قدر وسعت اور رواداری نہیں پیدا کر دی۔ کہ اب مجلس میلاد کا انعقاد ان کے نزدیک گناہ نہیں رہا لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ سب کچھ محض مسلمانوں پر اپنا سکہ جمانے کے لئے کیا جاتا رہا۔ اور اب اس پالیسی میں جو تغیر ہؤا۔ وُہ محض سیاسی وجوہات کی بنا پر ہے۔ اور اس سے بھی کانگریس کی تقویت مدنظر ہے۔ نہ کہ مسلمانوں کی حق رسی :

اگر مسلمانان لکھنؤ غیرت و حمیت سے کام لیں۔ تو انہیں ہندوؤں کی اس پیش کش کو ٹھکرا دینا چاہیئے۔ اور قانونی طور پر اپنا حق حاصل کرنا چاہیئے۔ ہندو اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے آج جو چیز دے سکتے ہیں۔ کل غرض پوری ہو جانے پر وہ واپس بھی لے سکتے ہیں :

خطبہ جمعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ٹریبیون کی دروغگوئی سے جماعت احمدیہ کیا سبق حاصل کر سکتی ہے

کانگریس سے ہمارا اختلاف قانون شکنی کی وجہ سے ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۶ جون ۱۹۳۰ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔
شاید ہماری جماعت کے احباب قادیان کے بھی اور باہر کے بھی اس بات کی اُمید رکھتے ہونگے۔ کہ میں

اس خبر کے متعلق

جو پچھلے دنوں میں ٹریبیون میں شائع ہوئی ہے۔ اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ اور وہ تاثیر جو اس خبر نے ہمارے احباب کے دلوں میں پیدا کی ہے۔ اور وہ جوش جو اس کے نتیجہ میں ان سے ظاہر ہوا ہے۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ اس امر کے مستحق ہیں۔ کہ اس کے متعلق کچھ نہ کچھ توجہ کی جائے۔ سب سے پہلے میں اپنے دوستوں کے اس خیال کو لیتا ہوں جس کا اظہار ان کی طرف سے متواتر ہوا ہے۔ کہ اس اخبار کے خلاف جس نے یہ خبر شائع کی ہے۔

قانونی کارروائی

کی جائے۔ لیکن میں اپنے دوستوں کو مطلع کرتا ہوں۔ کہ اس خبر کے شائع ہونے کے دوسرے ہی روز میں نے ناظروں سے کہہ دیا تھا کہ اسے لکھ دیں۔ ہم اس کے متعلق کسی قسم کی کارروائی کرنا نہیں چاہتے۔ درحقیقت ایسے

فوجداری معاملات میں

حکومت کی طرف رجوع کرنا ہمارے اصول کے بالکل خلاف ہے جن معاملات میں حکومت خود دست اندازی کرتی ہے۔ اور کر سکتی ہے۔ لیکن ہمیں مجبور کرتی ہے۔ کہ اس کے متعلق رپورٹ کریں۔ ان کے متعلق تو ہم رپورٹ کرینگے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو۔ تو خواہ ہم پر کتنا

ظلم اور تعدی

کیوں نہ کی جائے۔ ہمارا رویہ یہی ہے۔ کہ گورنمنٹ کو توجہ دلائی جائے اور اگر وہ کوئی کارروائی نہ کرنا چاہے۔ تو ہم خود عدالت میں ہرگز نہ جائیں گے۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ

انبیاء کا زمانہ

یوم الدین ہوتا ہے۔ اور قرآن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ الامر یومئذ للہ۔ اس دن سچا فیصلہ اللہ تعالےٰ کا ہی ہوگا۔ اگرچہ دنیا میں بھی خدا تعالیٰ کا ہی فیصلہ ہوتا ہے۔ اور قیامت میں بھی اس کا ہی ہوگا۔ لیکن انبیاء کے زمانہ میں صداقت و انصاف چونکہ دنیا سے مٹ جاتا ہے۔ اور لوگ تعصب سے اس قدر اندھے ہو جاتے ہیں۔ کہ عدل و انصاف ان میں نام کو بھی نہیں رہتا۔ اس لئے قرآن نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ انبیاء کے زمانہ میں اگر کوئی سچا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ تو وہی ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ اور اگر عدالت میں جائیں۔ تو ندامت اور پشیمانی ہی اٹھانی پڑیگی۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ دنیا کا بڑا حصہ ہمارے ان اعمال کی وجہ سے جو اگرچہ ہم تو

اللہ تعالیٰ کی رضاء

حاصل کرنے کے لئے ہی کرتے ہیں۔ لیکن جنہیں دوسرے لوگ تفرقہ اور شقاق کا موجب سمجھتے ہیں۔ سارے کا سارا بحیثیت مجموعی ہمارا مخالف ہے۔ گو بہ حیثیت افراد ان میں سے شریف لوگ ہمارے مداح اور خیرخواہ بھی ہیں۔ ایسی صورت میں ہمارا عدالت میں جانا گویا خود اپنی عزت کو خطرہ میں ڈالنا اور اپنے

وقت اور روپیہ کا ضائع

کرنا ہے۔ نہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی عدالت میں گئے۔ اور نہ ہی ہم جانے کے لئے تیار ہیں۔ خواہ کوئی ہمیں کتنا دُکھ دے۔ ہم فیصلہ اللہ تعالےٰ پر ہی چھوڑیں گے۔ اور اس میں کیا شُبہ ہے۔ کہ اصل فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہی فیصلہ ہے۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا

مُباہلہ والوں نے

کس قدر ہمیں دُکھ دیا۔ اور تکلیف پہنچائی۔ جس سے جماعت میں بہت جوش پیدا ہوا۔ اور دوستوں نے مقدمہ چلانے پر زور دیا۔ بلکہ بعض تو مقدمہ نہ چلانے کی وجہ سے ناراض ہی ہوگئے۔ لیکن اگر مقدمہ ہماری طرف سے ہوتا۔ تو سمجھ لو ہمارے سارے کے سارے مخالف ان کے ساتھ مل جاتے۔ مگر خدا تعالےٰ نے جو فیصلہ کیا ہے۔ وہ کیسا زبردست ہے۔ ان کے سب ساتھی قید ہو گئے۔ سب کو اپنی اپنی پڑ گئی۔ اور یہ ہماری طرف سے نہیں ہوا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے ہی اس کے لئے سامان پیدا کر دیئے۔ ان کے دلوں میں

گورنمنٹ کی مخالفت کا جوش

پیدا ہوا جس کی وجہ سے وہ سب پکڑے گئے۔ باقی مستری رہ گئے ہیں۔ جو بالکل کم حیثیت اور ذلیل لوگ ہیں۔ اصل وہی تھے جن کی شہ پر انہیں شرارتیں کرنے کی جُراُت تھی۔ اور وہ گرفتار ہو چکے ہیں۔ پھر وہ اخبار جو ہمارے خلاف لکھ رہے تھے۔ ان کو بھی اپنی اپنی پڑ گئی۔ کئی ایک تو بند ہو گئے۔ اور جو باقی ہیں۔ وہ بھی پریس آرڈیننس کے خوف کی وجہ سے اب کچھ لکھنے کی جراُت نہیں کرتے۔ یہ سب کچھ اگر ہماری طرف سے

پچاس ہزار مقدمات

بھی کئے جاتے۔ تب بھی نہ ہو سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ان کی گردنوں کو ایسا جھٹکا دیا۔ کہ ان کے ذہنوں کے کسی گوشہ میں بھی ہماری کوئی یاد باقی نہ رہی۔ اب غور کرو۔ بھلا ہم کب ایسا کر سکتے تھے۔ خدا تعالےٰ نے یہ سب کچھ ایسے رنگ میں کیا۔ کہ اس سے ہمارے خلاف بھی کوئی جوش نہیں پیدا ہوا۔ اگر ہماری وجہ سے ایسا ہوتا۔ تو شور مچا دیا جاتا۔ کہ مجسٹریٹ کو کہہ دیا ہوگا۔ بارسوخ آدمی ہیں۔ رشوت دیدی ہوگی۔ ان کے پاس سارا روپیہ ہے یا یہ کہ بڑے آدمی ہیں۔ گورنمنٹ ان کا لحاظ کرتی ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے۔ لیکن اب خدا تعالیٰ نے انہیں ایسا پکڑا ہے۔ کہ ان کے لئے بہانے بنانے کا کوئی موقعہ ہی نہیں باقی رہا۔ اللہ تعالےٰ کی سزائیں

ایسی ہوتی ہیں۔ کہ کوئی حرف گیری بھی نہیں کر سکتا۔ ہمارا خود کرنا تو الگ رہا۔ اگر کسی کام میں ہمارا ہاتھ بھی ثابت ہو۔ تب بھی لوگ شور مچا دیتے ہیں۔ کہ سب کچھ ان کی وجہ سے ہی ہؤا۔ اس لئے اس معاملہ کو بھی ہم اللہ تعالیٰ پر ہی چھوڑتے ہیں۔ ہاں ہمیں یہ ضرور سوچنا چاہیئے۔ کہ ہم

اس واقعہ سے کتنے سبق

حاصل کر سکتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ دنیا کی ساری چیزوں میں تمہارے لئے نشان ہیں۔ اس لئے یقیناً اس میں بھی ہمارے لئے نشان ہونگے۔ اس کے متعلق سب سے بڑی چیز جو میں دیکھتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ دشمنوں نے ہماری خانگی زندگی کے متعلق اعتراضات کئے۔ اور یہ اعتراضات ایسے ہوتے ہیں۔ جن کا غلط ثابت کرنا سخت مشکل ہوتا ہے۔ اور ہمارے معاملہ میں تو انہوں نے

دنیا کے عام اصول

کو بھی نظر انداز کر دیا۔ عام طور پر دنیا میں یہی اصل ہے۔ کہ الزام لگانے والے کے ذمہ ثبوت ہوتا ہے۔ لیکن ہماری مخالفت میں یہ لوگ ایسے اندھے ہو گئے تھے۔ کہ ہم پر ہی الزام لگائے جاتے تھے۔ اور ہمیں ہی کہا جاتا تھا۔ کہ ثبوت دو۔ یہ غلط ہیں گویا روزمرہ کی گفتگو اور طرز عمل، عقل و فہم۔ علم۔ اور منطق وغیرہ سب سے کورے ہو کر ہم پر ہی یہ جرح کرتے تھے۔ کہ ثبوت لاؤ۔ کہ تم سچے ہو۔ جو باتیں گھروں سے تعلق رکھتی ہیں ان کا انسان کیا ثبوت دے سکتا ہے۔ مگر وہ لوگ یہی پیش کرتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے

ان کے جھوٹے ہونیکا ثبوت

ایسے رنگ میں مہیا کر دیا جس سے انکار کسی صورت میں بھی نہیں ہو سکتا۔ یعنی انہوں نے ایک ایسی خبر شائع کرائی۔ جس کے متعلق انہیں پوری طرح علم تھا۔ کہ کل ہی بلکہ گھڑی دو گھڑی بعد ہی غلط ثابت ہو جائیگی۔ اس لئے غور کرنا چاہیئے۔ کہ جو ایسے موقع پر بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ جہاں اس کے جھوٹ کا بہت جلد ظاہر ہو جانا یقینی ہے۔ وہ دوسرے مواقع پر جب جھوٹ کا جلد ظاہر ہو جانا یقینی نہیں ہوتا کب باز رہ سکتا ہے۔ پس اس سے ایک بات تو یہ ثابت ہوتی ہے۔ کہ

ہم پر الزام لگانے والے

خواہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔ جھوٹ سے پرہیز نہیں کرتے۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ جو اطلاعات باہر سے آئی ہیں۔ ان سے

دشمنوں کا منہ کالا

ہو گیا ہے۔ اگرچہ حق کے دشمنوں کے چہروں پر سیاہی تو پہلے ہی ہوتی ہے۔ مگر اس سے وہ اور بھی روسیاہ ہو گئے ہیں۔ ہمارے مخالف یہ کہتے تھے۔ کہ دراصل ساری جماعت خلیفہ کی مخالف ہے۔ صرف چند ایک مقامی لوگ جو ایک جگہ بیٹھکر چندہ تقسیم کر لیتے ہیں موافق ہیں۔ مگر اس خبر نے جماعت پر جو اثر کیا۔ اس سے مخالفوں کے منہ بالکل سیاہ ہو گئے۔ اگر جیسا کہ یہ لوگ مشہور کر رہے تھے۔ جماعت مخالف ہوتی۔ تو چاہیئے تھا۔ اس خبر کو سنکر شکریہ کے ریزولیوشن پاس کئے جاتے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس بلا سے نجات دی۔ مگر اس موقعہ پر جماعت نے جو رویہ اختیار کیا۔ وہ بتاتا ہے۔ کہ ہماری جماعت

محبت اور اخلاص

کے ایسے اعلیٰ مقام پر ہے۔ جس کی نظیر عظیم الشان نبیوں کی جماعتوں کے سوا کہیں نہیں مل سکتی۔ میرے پاس ڈاک سے جو واقعات آئے ہیں۔ اور جو باتیں دوستوں نے زبانی سنائی ہیں۔ وہ ایسی ہیں۔ کہ انہیں سنکر دنیا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں۔ درحقیقت وہ دن جب تک اس خبر کی تردید نہ ہو گئی۔ مخلص احمدیوں کے لئے ایسا تھا۔ کہ گویا

قیامت برپا

ہو گئی ہے۔ اگر واقعہ میں جماعت کے اندر سے اخلاص مٹ چکا تھا اس کا خلیفہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ خلیفہ کو مصیبت سمجھتی تھی۔ تو یہ جوش کیوں پیدا ہؤا۔ باہر تو باہر خود

قادیان کے لوگوں کی حالت

یہ تھی۔ کہ میرے گھر والوں نے سنایا۔ ایک عورت میرے پاس سے اٹھکر گئی۔ اس کا لڑکا لاہور سے اسی وقت آیا۔ اور اس نے سنایا۔ وہاں ایسی خبر مشہور ہے۔ وہ عورت اسی وقت دوبارہ لوٹ کر آئی۔ اور جب تک آپ کی صحت کے متعلق مجھ سے دریافت نہ کر لیا۔ اسے تسلی نہ ہوئی۔ اور

باہر سے آنیوالوں کی حالت

یہ تھی۔ کہ باوجودیکہ اس کی تردید ہو چکی تھی۔ مگر وہ یہی کہتے تھے جب تک ہم خود دیکھ نہ لیں۔ ہمیں چین نہیں آئیگا۔ مجھے اس دن سر درد کا دورہ تھا۔ مگر آنے والے دوستوں سے ملنا پڑتا تھا۔ اس سے دشمنوں پر یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ انکا یہ کہنا کہ

محبت سلسلہ اور محبت امام

سے جماعت عاری ہو چکی ہے۔ بالکل جھوٹ ہے۔ بلکہ وہ زیادہ ترقی کر رہی ہے۔ تیسری چیز جو اس سے ظاہر ہوئی ہے۔ وہ یہ ہے۔ جیسا کہ باہر کی جماعتوں نے اطلاع دی ہے۔ اور بہت سی جگہوں سے خبریں آئی ہیں۔ کہ نہ صرف جماعت کے لوگ بلکہ دوسرے لوگ بھی جو سلسلہ کے قطعاً خلاف ہیں۔ اس خبر سے پریشان تھے۔ بلکہ بعض جگہ پر تو دوسرے مسلمانوں کا معتدبہ حصہ ہماری جماعت کے ساتھ غم میں ایسا شریک تھا۔ کہ گویا خود انکے

اپنے گھروں میں کوئی مصیبت

ہے۔ اور ایک دوست نے بتایا۔ کہ ایک پرنسپل صاحب یہ سنکر کھانا نہ کھا سکے۔ بعض جگہ

غیر احمدی عورتیں اور بچے

بھی اس خبر کو سنکر رو رہے تھے۔ بلکہ بعض جگہ تو

ہندو بھی غم میں شریک

ہوئے۔ اور مسلمانوں نے اس امر کا اعتراف کیا۔ کہ اگرچہ ہمیں اصولی اختلاف ہیں۔ لیکن دوسرے امور میں

مسلمانوں کو بہت فائدہ

پہنچ رہا تھا۔ اس سے معلوم ہؤا کہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت

آپ کا رُعب اور ادب و احترام دوسرے لوگوں کے دلوں میں بھی گھر کر چکا ہے۔ کیونکہ یہ کام دراصل حضور کا ہی ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے۔ کہ لوگ کسی ڈر یا رُعب کی وجہ سے یا شرم و حجاب کے باعث یا دنیاوی ترقیات سے محروم ہو جانے کے خیال سے یا دوستوں اور عزیزوں کے چھوٹ جانے کے خوف کے باعث جماعت میں داخل ہونے کی جرأت نہ کر سکیں۔ روحانی نظر والے کے لئے اس میں

ایک اور بھی نشان

ہے۔ انبیاء کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ مُردوں کو زندہ کیا کرتے ہیں۔ یہ نشان ہماری جماعت میں بھی ظاہر ہؤا ہے۔ اور ایسا مردہ زندہ ہؤا ہے۔ جس کے متعلق پہلے خود دشمن نے اقرار کیا۔ کہ مر گیا ہے۔ اور پھر خود اعلان کیا۔ کہ وہ زندہ ہے۔ اور یہ ایک ایسا معجزہ ہے۔ جس کا اعتراف خود دشمن نے کیا۔ یعنی مُردہ ہونے کی بھی اس نے شہادت دی۔ اور پھر زندہ ہونے کی بھی۔ اور روحانی طور پر یہ بھی

ایک معجزہ

ہے۔ اور یہ صرف لطیفہ ہی نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پچھلے دنوں بہت سے دوستوں نے نہ صرف پنجاب میں بلکہ دوسرے مقامات پر بھی ایسے خواب دیکھے۔ کہ گویا انہوں نے میرے مرنے کی خبر سُنی ہے۔ جس سے ان کے دلوں میں غم پیدا ہؤا اور انہوں نے

بہت زور سے دعائیں

شروع کر دیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ کہ دعا سے تقدیر کو بھی ٹال دیتا ہے۔ ہاں جب اس کی تقدیر ایسے مقام پر پہنچ جاتی ہے۔ کہ اس کا بدلنا وہ مناسب نہیں سمجھتا۔ تو اس کا قاعدہ یہ ہے۔ کہ وہ دعاؤں کو کسی اور رنگ میں پورا کر دیتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ دعائیں اس قدر زور اور اس قدر اخلاص سے پُر ہوتی ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کو اپنی تقدیر بدلنی پڑتی ہے۔ اگر تو دعائیں غالب آ جائیں۔ تو وہ

تقدیر کو کسی اور رنگ میں

پورا کر دیتا ہے۔ اور اگر تقدیر ایسے مقام پر پہنچ چکی ہو۔

کہ وہ دعاؤں پر غالب ہو۔ تو پھر دعاؤں کو کسی اور رنگ میں پورا کر دیتا ہے۔ اس کی میں ایک ایک مثال سُنا دیتا ہوں۔ ایک شخص کے متعلق جو پیر ا تھا۔ لکھا ہے۔ کہ اس نے ایک نہایت عمدہ قسم کا سانپ پکڑا۔ جو رات کو کہیں غائب ہو گیا۔ چونکہ اس کے ذریعہ بہت کچھ فوائد حاصل کرنے کی وہ اُمیدیں اپنے دل میں رکھے ہوئے تھا۔ اِس لئے اس کے کھوئے جانے کا اسے بہت صدمہ ہؤا۔ اور اس نے بہت رو رو کر اس کے دوبارہ مل جانے کے لئے دعائیں کرنا شروع کیں لیکن سانپ نہ ملا۔ حتیٰ کہ اس کے دل میں شُبہ پیدا ہؤا۔ کہ یہ دعا قبول نہیں ہو سکتی۔ اس پر اس نے کہا۔ خدایا میں نے اتنی دعائیں کی ہیں۔ پھر میرا

سانپ کیوں نہیں ملتا

اسی وقت ایک آدمی اس کے پاس بھاگا ہؤا آیا۔ کہ فلاں آدمی کو سانپ نے کاٹ کھایا ہے۔ اور وہ مر گیا ہے۔ ان لوگوں کے ہاں قاعدہ ہے۔ کہ جب کوئی سانپ کسی کو کاٹے۔ تو سب کو دکھا دیتے ہیں۔ کہ سب اس سے ہوشیار رہیں۔ نیز اس وقت تک اگر اس کا تریاق معلوم نہ ہو۔ تو اسے معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ یہ شخص اس کے مکان پر گیا۔ گھر والوں نے سانپ کو پکڑ کر بند کر رکھا تھا۔ جب اس نے جا کر کھولا۔ تو وہ وہی سانپ تھا۔ جس کے لئے وہ اس قدر دعائیں کر تا رہا۔ اور معلوم ہوا۔ کہ وہ اس قسم کا سانپ ہے جس کے زہر کا تریاق۔ اس وقت تک انہیں معلوم نہ تھا۔ اس وقت اسے اپنی دعاؤں کے قبول نہ ہونیکے کا باعث معلوم ہوا۔ اور اس پر یہ بات کھلی

دوسری مثال یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے۔ کہ

پیر عبد القادر جیلانیؒ

نے خواب میں دیکھا۔ ان کا ایک مرید کسی کافرہ عورت کے پیچھے مرتد ہو گیا ہے۔ چونکہ وہ مریدان کا محب خاص تھا۔ اس لئے اس کے لئے آپ نے بہت دعائیں کیں۔ مگر ہر دفعہ یہی الہام ہوا۔ کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔ ٹل نہیں سکتی۔ مگر آپ پھر بھی دعا کرتے رہے۔ کہ خدایا تو اگر چاہے۔ تو اسے بھی ٹال سکتا ہے۔ آخر جب ان کی

دعا انتہا کو پہونچ گئی

تو انہیں الہام ہوا۔ ہم نے تیری دعا بھی قبول کر لی۔ اور تقدیر کو بھی پورا کر دیا۔ صبح انہوں نے اس مرید کو بلایا۔ اور اس سے کہا۔ میں نے آج تک تو تمہیں بتایا نہیں۔ لیکن اب بتاتا ہوں۔ کہ اس طرح خواب دیکھا تھا۔ اور دعائیں کرتا رہا۔ یہ جواب ملتا رہا۔ لیکن آج یہ الہام ہوا ہے۔ تم بھی بتاؤ۔ کہ آخر کیا ماجرا ہے۔ اس نے کہا۔ بات یہ ہے۔ میں ایک یہودن پر عاشق تھا۔ وہ کہتی تھی۔ کہ تو اگر یہودی ہو جائے۔ تو تیری خواہش پوری ہو سکتی ہے اور

عشق کے جذبہ کی وجہ سے

میرے دل میں بھی یہ خیال آتا تھا۔ کہ یہودی ہو جاؤں۔ اور قریب تھا۔ کہ اسلام کو خیرباد کہکر یہودی ہو جاؤں۔ کہ آج رات وہ خواب میں مجھ سے ملی۔ اور مجھے اس سے یکدم نفرت ہو گئی۔ گویا اس طرح اللہ تعالیٰ نے دونو باتیں پوری کر دیں۔ رؤیا کو بھی اور دعاؤں کو بھی۔ اسی طرح یہاں ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے وہ رؤیا بھی پورے کر دیئے جو دوستوں نے میری موت کے متعلق دیکھے تھے۔ اور پھر ان کی دعاؤں کو بھی قبول کر لیا۔

ایک اور سبق

بھی ہم اس سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اس خبر کے پھیلنے سے معلوم ہوا ہے۔ کہ گو ہمارا انتظام وسیع ہے۔ لیکن ایسی خبر کی صحت معلوم کرنے کے لئے اگر ہمارے پاس ذرایع ہوتے۔ تو شاید دوستوں کو اس قدر پریشانی نہ ہوتی۔ جواب ہوئی ہے۔ ابھی ایک دوست نے سنایا۔ کہ مجھے آج راستہ میں اس کی تردید ہوئی ہے۔ اور اسی طرح باہر سے کئی ایک چٹھیاں اس کی صحت یا عدم صحت کے متعلق آج بھی وصول ہوئی ہیں۔ اور کئی اصحاب ایسے بھی ہیں۔ جن کو ابھی تک بھی کوئی اطلاع نہیں ہوگی۔ اس لئے ہمیں چاہئے۔ کہ جماعتوں کو ایسے مرکزوں میں تقسیم کریں۔ کہ ہر جگہ فوراً اطلاع ہو سکے۔ اصل مرکز قادیان سے ہر ایک کو اطلاع دینا بہت مشکل ہے۔ اسی خبر کے متعلق اگر قادیان سے ہی تمام جماعتوں کو تار دیئے جاتے۔ تو پانچ چھ ہزار روپیہ خرچ آجاتا لیکن اگر علاقے ایسی طرز پر تقسیم ہوں۔ کہ جو بھی اطلاع جماعتوں کو دینی ہو۔ اس کے متعلق ہر علاقہ کے مرکز میں تار دیدیا جائے۔ اور وہاں سے والنٹیر سائیکلوں پر یا کسی اور ذریعہ سے ارد گرد کے تمام مقامات پر فوراً اطلاع پہونچا دیں۔ تو بہت جلد بات پہونچائی جا سکتی ہے۔ اسی طرح اگر ایسا انتظام کر دیا جائیگا ایسے موقعہ پر دوست مثلاً لاہور میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سے فون پر دریافت کر لیں۔ اور ہر وقت وہاں ایک آدمی جواب دینے کے لئے موجود رہے۔ تو بھی بہت سی پریشانی سے نجات ہو سکتی ہے۔ یا پھر ایسی صورت میں خاص مقامات پر تار دیئے جائیں۔ اور باہر کی جماعتیں بجائے قادیان تار دینے کے وہاں تار دیکر دریافت کریں، تو آسانی کے علاوہ جلد خبر معلوم ہو سکتی ہے قادیان ایک ایسی جگہ ہے۔ جہاں تار لینے کے لئے صرف ایک آدمی ہوتا ہے۔ اسی طرح راستہ میں بٹالہ میں بھی ایک ہی آدمی ہے۔ اور اسی موقعہ پر معلوم ہوا۔ اس نے عصر کے وقت کہدیا۔ کہ میرے ہاتھ شل ہو چکے ہیں۔ اس سے زیادہ تاریں اب نہیں دے سکتا۔ باقی کل دونگا۔ اور اس طرح کئی ایک تار نہ تو یہاں اس دن پہونچ سکے۔ اور نہ ہی بھیجنے والوں کو کوئی جواب مل سکا۔ کیونکہ راستہ میں بھیجنے والا صرف ایک ہی آدمی تھا۔ اس لئے اگر ایسا انتظام ہو جائے۔ کہ دہلی لاہور وغیرہ بڑے بڑے مقامات پر فوراً اطلاع یہاں سے دیدی جائے۔ اور باہر کی جماعتیں بجائے قادیان سے تصدیق کرنے کے وہاں سے دریافت کریں۔ تو بہت جلد جواب مل سکتا ہے۔ کیونکہ بڑے سٹیشنوں پر بہت سے آدمی تار لینے والے ہوتے ہیں۔ اور وہاں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔

پس ضرورت ہے۔ کہ دفاتر ایسا انتظام کریں کہ

جماعتیں مختلف حلقوں میں تقسیم

ہو جائیں۔ اور ارد گرد کی جماعتیں ضرورت کے موقع پر وہاں سے اطلاع حاصل کریں۔ مثلاً لاہور دہلی۔ راولپنڈی۔ پشاور۔ جالندھر۔ ملتان۔ وغیرہ مقامات پر یہاں سے اطلاع دیدی جائے۔ اور ہر جماعت اپنے قریبی مرکز سے معلوم کرلے۔ اگر

ہمارا خبر رسانی کا انتظام

ایسا ہوتا۔ تو تین جون کو ہی ہر جگہ اطلاع مل جاتی۔ لیکن اب تو یہ ہوا کہ بعض لوگوں کو واپسی تار دیئے۔ تو کم سے کم ۴۸ گھنٹے ہو گئے۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ کیونکہ تار والے آہستہ آہستہ اور باری باری کام کر رہے تھے۔ ادھر دوستوں کو اس قدر پریشانی تھی۔ کہ کئی ایک کے دل گھٹنے شروع ہو گئے۔ اور بعض کو تو باوجود یکہ اطمینان ہو چکا تھا۔ کہ یہ خبر غلط ہے۔ مگر انہیں

دھڑکے کی بیماری

ہو گئی۔ اگر ایسا انتظام ہوتا۔ کہ انہیں وقت پر اطلاع مل سکتی۔ تو ان کی صحت پر ایسا ناگوار اثر نہ پڑتا۔ پس دفاتر کو چاہئے۔ ایسا انتظام کریں۔ کہ تمام جماعتوں کو فوراً اطلاع پہونچائی جا سکے۔ اور گاؤں اور دیہات میں جلد از جلد خبر دی جا سکے۔

زمانہ کے حالات

کے لحاظ سے بھی ایسے انتظام کی اشد ضرورت ہے۔ ابھی ہم سُن رہے ہیں۔ کہ ارد گرد کے

سکھ قادیان پر حملہ

کرنیکے منصوبے کر رہے ہیں۔ ایسے مواقع کے لئے بھی ضروری ہے۔ کہ ہر جگہ پر فوراً اطلاع پہونچانیکا انتظام کیا جا سکے۔ ایسی شورش کے زمانہ میں جب دشمن نے ہمیں ہر طرف سے گھیرا ہوا ہے۔ زیادہ ضرورت ہے۔ کہ ہم جماعت کو اور زیادہ منظم کریں۔ پھر

سب سے بڑا سبق

جو ہم اس سے حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ ہے۔ کہ درحقیقت دنیا ہمیں ہر ہتھیار سے نقصان پہونچانا چاہتی ہے۔ جو بھی ذریعہ اس کے بس میں ہو۔ اس سے ہمیں وہ دکھ دینا چاہتی ہے۔ اسلئے ضروری ہے۔ کہ

ہم خدا کے حضور دعاؤں میں لگ جائیں

اور عجز و انکسار پر زیادہ زور دیں۔ اور اصل بات تو یہ ہے۔ مومن کا سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی ہوتا ہی نہیں۔ وہی ہے جو مومن کی حفاظت کرتا ہے۔ باقی ساری دنیا کی دوستیاں یوں بھی فضول ہیں۔ لیکن مومن کیلئے تو وہ بالکل ہی فضول ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مومن سے دشمنی کی ایک ہی وجہ ہوتی ہے۔ کہ وہ کہتا ہے۔ اللہ میرا رب ہے۔

اللہ کو رب کہنے کی وجہ سے ہی دنیا اس کی مخالفت ہوتی ہے۔ اور اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں

اللہ تعالیٰ کو رب کہنے والے

ہم ہی ہیں۔ اس لئے جتنے بھی خدا تعالیٰ کی ربوبیت کے دشمن ہیں خواہ وہ جھوٹے معبودوں کی پرستش کرنیوالے ہوں خواہ وہ دہریے ہوں ہماری مخالفت میں سب جمع ہو گئے ہیں۔ پس اس موقعہ پر ہمیں اور بھی زیادہ خدا تعالیٰ کی طرف جھکنا چاہئے۔ کیونکہ ہم نے اللہ تعالےٰ کے لئے ہی دنیا سے لڑائی مول لی ہے۔ اور اگر اس سے بھی ہمارا گہرا تعلق نہ ہوا تو ہماری وہی مثال ہوگی۔ نہ ادھر کے رہے۔ نہ ادھر کے رہے۔ دنیا ہمیں چھوڑ چکی ہے کیونکہ ہم منہ سے کہتے ہیں۔ ہم دنیا کے نہیں بلکہ خدا کے ہیں۔ اس طرح ہماری زبانوں نے تو دنیا کو دشمن بنا لیا۔ لیکن اگر ہمارے دلوں نے خدا کو دوست نہ بنایا۔ تو ہمارے لئے کونسی جگہ ہوگی۔ پس آؤ کوشش کریں۔ کہ ہمارے دل خدا تعالےٰ کو دوست بنائیں۔ اور اگر ہم دل سے خدا تعالیٰ کو اسی طرح دوست بنانے میں کامیاب ہو گئے جس طرح زبانوں سے دنیا کو دشمن بنا چکے ہیں۔ تو یقیناً ہماری فتح میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا اس وقت دشمنوں کی دشمنیاں اور معاندین کی عداوتیں ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکینگی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ہوتا ہے۔ دشمن کی دشمنی اس کی شان بڑھانے کا ہی موجب ہوتی ہے۔ گھٹانے کا نہیں۔ ایک ایسا انسان جس کا تعلق خدا تعالیٰ سے نہ ہو۔ دشمن جب اسے گرفت کرتا ہے۔ تو وہ نقصان اٹھاتا ہے لیکن جس کا تعلق خدا تعالےٰ سے ہو۔ دشمن کی دشمنی سے اس کی شان بڑھتی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لو۔ سب سے زیادہ آپ کی شان ظاہر کرنیوالے وہی مواقع ہیں۔ جب زیادہ دشمنوں نے آپؐ کو گھیرا جنگ بدر۔ اُحد۔ غزوہ حنین اور احزاب۔ یا جب آپ

جنگل میں اکیلے

سوئے ہوئے تھے۔ اور صحابہ کرام بھی اس خیال سے۔ کہ اس علاقہ میں ہمارا کوئی دشمن نہیں۔ اطمینان سے سو رہے تھے۔ اس وقت ایک دشمن آیا۔ اور تلوار ہاتھ میں لیکر آپ کو جگایا۔ اور پوچھا بتاؤ اس وقت تمہیں کون بچا سکتا ہے۔ ایسے موقع پر جب جان بچنے کی بظاہر کوئی صورت نہ تھی۔ آپ نے نہایت سادگی سے جب جواب دیا۔ کہ اللہ تعالےٰ۔ تو وہ کانپ اٹھا۔ اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ پھر آپ کے عفو کو دیکھکر وہ مسلمان ہو گیا۔ تو مومن کی شان کا زیادہ مظاہرہ اسی وقت ہوتا ہے جب جان کے لئے زیادہ خطرہ ہو۔ اور دراصل مومن اور غیر مومن میں یہی فرق ہے۔ کہ دشمن کے منصوبہ سے غیر مومن کی طاقت کم ہوتی ہے۔ مگر مومن کی طاقت اور بھی بڑھتی ہے۔ اور وہ نئی طاقت اور شوکت لیکر نکلتا ہے ؎

اس واقعہ سے ہی جماعت کی

ایمانی حالت

بہت بڑھ گئی ہے۔ ایک دوست نے لکھا ہے۔ میرے اندر پہلے زیادہ سُستی تھی۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں۔ گویا ایک نیا انسان بن گیا ہوں۔ اسی طرح ایک اور نے بیان کیا۔ میں اپنے اندر ایک

نئی روحانی زندگی

محسوس کرتا ہوں۔ پس اللہ تعالےٰ کا فضل جب شامل ہو۔ تو ہر مصیبت میں بہتری کے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہم پر متواتر حملے کئے جا رہے ہیں۔ پہلے گندے سے گندے اتہامات لگائے گئے۔ اور اب موت کی خبر مشہور کی گئی۔ مگر خدا تعالےٰ کا فضل ہے۔ کہ جماعت بجائے پیچھے ہٹنے کے اور بھی آگے بڑھ رہی ہے۔ کئی دوستوں کے خطوط آئے ہیں۔ کہ اب

خلافت کی عظمت

اور ضرورت ہمارے دلوں میں سینکڑوں گنا زیادہ ہوگئی ہے دشمن نے سوچا تھا۔ کہ اس منصوبہ سے جماعت میں تفرقہ پیدا کر دے۔ اور اسے کمزور کر دے۔ اگر جیسا کہ دشمن بیان کرتے ہیں۔ جماعت کے لوگوں میں منافقت ہوتی۔ تو فوراً وہ مجاہد جن کا ذکر وہ بار بار کرتے ہیں۔ آگے آتے اور خلافت پر قبضہ کرکے جماعت کو تتر بتر کر دیتے۔ لیکن ایسا ہونے کے بجائے جماعت کا ہر فرد اس خبر کے بعد اس طرح محسوس کر رہا ہے۔ گویا وہ غسل کرکے باہر نکلا ہے۔ اور بجائے پراگندگی کے جماعت میں مضبوطی پیدا ہو رہی ہے۔ تو غرض

مومن کے لئے مصیبت

رحمت کا موجب اور اسے اللہ تعالیٰ کے اور بھی قریب کرنیکا ذریعہ ہوتی ہے۔ پھر وہ ہمارے لئے کیوں نہ ہوتی۔ جن کا آقا وہ ہے۔ جس کے لئے خدا تعالیٰ فرما چکا ہے۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ دشمنوں نے ہمارے لئے ایک آگ مشتعل کی تھی۔ اور چاہا تھا۔ کہ ہم کو جلا دیں۔ مگر اس آگ نے ہمیں جلانے کے بجائے ہمارے لئے کھانے تیار کئے۔ اور دشمنوں کے دلوں کو جلایا۔

پس خدا تعالےٰ کے ساتھ اپنے تعلقات مضبوط کرو۔ کیونکہ دنیا ہماری دشمن ہے۔ میرا خیال ہے اس خبر کی اشاعت میں

کانگریس کا دخل

بھی ہے۔ میں چونکہ ایسے خطبات دے رہا تھا۔ جن میں ان کے خیالات کی تردید ہوتی تھی۔ اس لئے اگر اس جمعہ میں میں نے کانگریس کے متعلق کچھ نہ کہا۔ تو ممکن ہے۔ وہ سمجھیں۔ ہم نے کم از کم ایک ہفتہ کے لئے تو اسے خاموش کرا دیا۔ اس لئے میں اس ہفتہ بھی اس کے متعلق اظہار خیالات سے باز رہنے سے انکار کرتا ہوں۔ اور آج میں اس کے متعلق

ایک سوال کا جواب

دیتا ہوں۔ جس کے متعلق بہت کم توجہ کی گئی ہے۔ اور جو میرے نزدیک بہت اہم ہے۔ وہ سوال سید حسرت موہانی صاحب نے اُٹھایا ہے۔ جہاں تک میں ان سے ملا ہوں۔ وہ ہوشیار اور ذہین آدمی ہیں۔ گو سیاسی خیالات میں میرا ان سے شدید اختلاف ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ ان کے اندر

قربانی کا مادہ

ہے۔ اور یہ بات بہت قابل قدر ہے۔ خواہ مخالف میں ہی پائی جائے۔ انہوں نے یہ سوال پیش کیا ہے۔ کہ اگر مسلمان یہ فیصلہ کرتے ہیں۔ کہ کانگریس سے عدم تعاون کرینگے۔ کیونکہ وہ ہمارے حقوق تسلیم نہیں کرتی۔ تو انہیں یہ بھی فیصلہ کر لینا چاہیئے۔ کہ وہ

گورنمنٹ سے بھی عدم تعاون

کرینگے۔ کیونکہ وہ بھی تو ان کے حقوق تسلیم نہیں کرتی۔ پس مسلمانوں کو فیصلہ کرنا چاہیئے۔ کہ وہ دونوں سے تعاون نہیں کریں گے۔ اور اس صورت میں مَیں بھی مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا۔

اس تعصب کی وجہ سے جو عام طور پر مسلمانوں کے اندر کانگریس کے خلاف پیدا ہو چکا ہے۔ اس بات کی طرف بھی غالباً مسلمانوں نے توجہ نہیں کی۔ حالانکہ یہ بات بہت ضروری ہے۔ اس میں کیا شبہ ہے۔ کہ جس طرح کانگریس یہ کہتی ہے کہ اقلیتوں کے جذبات کا احترام کیا جائیگا۔ اسی طرح گورنمنٹ بھی کہتی ہے۔ اس بارے میں دونوں میں ذرہ بھر فرق نہیں۔ اور اس وجہ سے یہ مطالبہ بالکل صحیح ہے۔ کہ اگر اس بناء پر کانگریس سے قطع تعلق کرتے ہو۔ کانگریس مسلمانوں کے حقوق کے متعلق کوئی سمجھوتہ نہیں کرتی۔ تو گورنمنٹ سے کیوں نہیں کرتے انہوں نے یہ سوال

علی برادران

سے کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ اگر آپ میری تسلی کر دیں۔ تو میں کانگریس سے علیحدہ ہو جاؤں گا۔ اس

سوال کے دو پہلو

ہیں۔ ایک تو صرف علی برادران سے تعلق رکھتا ہے۔ اور دوسرا ہم سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ جو حصہ ان سے تعلق رکھتا ہے اس کا جواب تو نہایت آسان ہے۔ یعنی فی الواقع انکی پوزیشن اس وقت یہی ہے۔ کہ وہ کسی سے بھی تعاون نہیں کرتے انہوں نے یہی اعلان کیا ہے۔ کہ ہم کانگریس کی ہڑتالوں اور ان کے جلوسوں میں شامل نہیں ہونگے۔ اور یہی عدم تعاون وہ گورنمنٹ سے بھی کر رہے ہیں۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ وہ پولیس

کے ساتھ ملکر کانگریسیوں کی سرکوبی کے لئے گئے ہوں۔ وہ نہ کانگریس کی مدد کرتے ہیں۔ اور نہ گورنمنٹ کی۔ اس لئے ان پر تو یہ اعتراض نہیں پڑ سکتا۔ ہاں ہم پر ایک حد تک یہ سوال پڑتا ہے اور گو ہمیں اس میں مخاطب نہیں کیا گیا۔ مگر ہم پر یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہم نہ صرف کانگریس کے جلسوں اور جلوسوں وغیرہ میں شامل نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اگر ضرورت ہوئی۔ تو ہم عملاً بھی کانگریس کا مقابلہ کرینگے۔ اور جہاں تک ممکن ہے۔ اب بھی کرتے ہیں۔ اگر کوئی ہڑتال کرے۔ تو ہم اسے یہی تلقین کرتے ہیں۔ کہ دکان کھولدو۔ اس لئے ہم پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اگر کانگریس کے ساتھ شامل نہیں ہوتے۔ تو

گورنمنٹ سے کیوں تعاون کرتے ہو

اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہ غلط ہے۔ کہ ہم کانگریس سے اس وجہ سے علیحدہ ہیں۔ کہ وہ ہمارے حقوق اور مطالبات تسلیم نہیں کرتی۔ بلکہ اس وجہ سے الگ ہیں۔ کہ وہ ایسے طریق اختیار کر رہی ہے۔ جو ہمارے نزدیک مذہب اور اخلاق کی جڑھ کو کھوکھلا کرنیوالے اور سیاسیات کو تباہ کرنیوالے ہیں۔

کانگریس کا فیصلہ

ہے۔ کہ قانون شکنی کی جائے۔ اور یہ چیز خواہ کتنے ہی اعلیٰ خیالات کی تائید میں کیوں نہ ہو۔ بُری ہے۔ کیونکہ اس کے لئے کوئی ایسا معیار نہیں۔ کہ کس حکومت اور کس زمانہ میں کس حد تک قانون شکنی جائز ہے۔ اور کہاں نہیں۔ کیونکہ جب تک تمام انسان اپنی اولادوں کو مار کر اور اپنے گھروں کو آگ لگا کر جنگلوں میں جا کر ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ علیحدہ نہ رہیں۔ اس وقت تک ضرور ہم کسی نہ کسی

قانون کے محتاج

ہیں۔ اور اس کی پابندی دوسروں سے کرانے پر مجبور ہونگے۔ بڑے سے بڑے حریت کی تعلیم دینے والے بھی کسی نہ کسی قانون کی پابندی ضرور کرتے ہیں جنہوں نے سوشلزم اور بولشوزم کی کتابیں پڑھی ہیں۔ وہ تو اس بات کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن جنہوں نے ان کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا۔ وہ شاید نہ سمجھ سکیں۔ کہ کوئی شخص جتنا زیادہ حریت کی تعلیم دیتا ہے اتنا ہی زیادہ وہ قانون کا پابند ہوتا ہے۔

سوشلزم میں

تو زیادہ زور اس پر ہے۔ کہ تمام کانیں گورنمنٹ کے تصرف میں ہونی چاہئیں پھر وہ کہتے ہیں۔ تعلیم حاصل کرنا ہر ایک کا حق ہے اور اس کا انتظام گورنمنٹ کے ذمہ ہے۔ اسی طرح مکانات کا مالک بھی وہ گورنمنٹ کو ہی قرار دیتے ہیں۔ اب جس تحریک کے ماتحت یہ انتظام ہو۔ اس کے احکام کی تو اور بھی زیادہ پابندی کرنی پڑے گی۔ وہاں تو بچوں اور مکانات کے متعلق بھی انسان کو آزادی نہیں ہوگی۔ مگر آپ لوگ یہاں ان باتوں میں آزاد ہیں۔ جو تعلیم چاہیں اپنے بچوں کو دیں۔ مگر سوشلزم کی صورت میں یہ بات آپ کے اختیار میں نہیں ہوگی۔ اگرچہ یہ صحیح ہے۔ کہ ان کے بعض فریق یہ نہیں کہتے۔ لیکن ترقی یافتہ یہی کہتے ہیں۔ پھر یہیں آزادی ہے۔ کہ جیسے مکان چاہیں۔ تعمیر کریں۔ لیکن جہاں گورنمنٹ کے دیئے ہوئے مکان میں گذارہ کرنا پڑے۔ وہاں تو پابندیاں بہت بڑھ جائیں گی۔ اسی طرح

بولشوزم کا حال

ہے۔ اس تحریک کے ماتحت بھی اولاد کو انسان اپنے حسب منشاء تعلیم نہیں دے سکتا۔ میں نے روس سے آنے والوں سے پوچھا ہے۔ کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کس طرح وہاں کے مسلمانوں کو جبراً مذہب سے روکا جاتا ہے۔ اور وہ لوگ کس طرح اس جبر کو برداشت کر لیتے ہیں۔ کیا وجہ ہے۔ کہ ابتداء میں ہی مسلمانوں نے اس کے خلاف بغاوت نہ کی۔ کئی ایک تو اس سوال کا کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔ لیکن ایک نے ان میں سے

بہت لطیف جواب

دیا۔ اس نے کہا کہ وہ براہ راست ایسا نہیں کرتے۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو یقیناً شروع میں ہی مسلمان بغاوت کر دیتے۔ بات یہ ہے کہ وہاں بچوں کی تعلیم حکومت کے ذمہ ہے۔ تمام بچے سرکاری انتظام کے ماتحت سکولوں میں تعلیم پاتے ہیں۔ وہاں جا کر اگر کوئی مسلمان یہ شکایت کرے۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ لیکن میرا لڑکا نماز نہیں پڑھتا۔ یا قرآن نہیں پڑھتا۔ اسے اس کے لئے تاکید ہونی چاہیئے۔ تو ہیڈ ماسٹر کہیگا۔ تم خود پانچ کی جگہ پچاس نمازیں پڑھو۔ تمہیں کوئی منع نہیں کریگا۔ اور سارا دن قرآن پڑھتے رہو۔ کوئی نہیں روکیگا۔ لیکن یہ بچہ ابھی ناواقف ہے۔ اس کا دماغ ایسا نہیں۔ جو فیصلہ کر سکے۔ کہ عیسائیت اختیار کرے۔ یا اسلام۔ یا کسی اور مذہب کو۔ یا دہریہ ہی رہے ہم اسے آزاد تعلیم دیتے ہیں۔ پھر بڑا ہو کر جو مذہب اسے پسند ہوگا۔ اختیار کریگا۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ جسے کوئی مذہبی تعلیم نہ دی جائے گی۔ وہ دہریہ ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے متعلق علم باہر سے آتا ہے۔ اور ایسے لڑکے جب بڑے ہوتے ہیں۔ تو وہ پورے دہریہ نکلتے ہیں۔ پس جتنی زیادہ کوئی قوم حریت کی تعلیم دینے والی ہوگی۔ اتنی ہی زیادہ اس میں قواعد کی پابندی ہوگی۔ اور جب تک انسان دنیا میں ہے۔ اسے قانون کی پابندی کرنی ہی پڑے گی۔ کیونکہ اس کے بغیر انسانیت قائم ہی نہیں رہ سکتی اور یہ ایک ایسی چیز ہے جس کی خوبی کا انکار نہیں ہو سکتا۔ پس وہ تحریک جو

قانون کی جڑھ پر تبر

رکھتی ہے۔ وہ کبھی مفید نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں خواہ کوئی تحریک بھی ہو۔ یہ بات سب میں مشترک ہے۔ کہ انسان کے لئے قانون کی پابندی اشد ضروری ہے۔ چور اور ڈاکو بھی قانون کی پابندی سے آزاد نہیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سنایا کرتے تھے۔ میں نے ایک چور سے پوچھا۔ چوری کرنے کے لئے کتنے آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس نے کہا۔ اچھی کامیاب چوری کے لئے کم از کم پانچ آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں نے کہا۔ پانچ آدمیوں میں سے اگر کوئی مال رکھ جائے۔ تو کیا ہو۔ اس نے کہا۔ کہ ایسے بددیانت کو ہم سخت سزا دیں۔ تو چور اور ڈاکو بھی ایک قانون کے پابند ہوتے ہیں۔ یعنی

قانون شکنوں میں بھی قانون کی پابندی

ضروری سمجھی جاتی ہے۔ انارکسٹ جو بظاہر خطرناک قانون شکن ہوتے ہیں۔ ان میں بھی اتنی پابندی ہوتی ہے۔ کہ اگر وہ کسی ممبر کے ذمہ لگائیں۔ کہ کسی شخص کو مار دے۔ تو اس پر دو تین نگران مقرر کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ اس سے قاصر رہے۔ تو اسے قتل کر دیں۔ غرض قانون کی پابندی ایک ایسی چیز ہے۔ جو انسان سے کسی صورت میں بھی جدا نہیں ہو سکتی۔ اس کے بغیر مذہب سیاست۔ تمدن غرضیکہ کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ جو قانون شکنی کرتے ہیں۔ ان کے لئے بھی بعض حدبندیاں ہوتی ہیں۔ مگر کانگریس تو بغیر کسی حدبندی کے قانون شکنی کی تعلیم دیتی ہے اس لئے کوئی قوم بھی جو تعصب سے اندھی نہ ہو جائے وہ اس تحریک کی حمایت نہیں کر سکتی۔ اس تحریک کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں

مذہب کے خلاف جوش

بڑھ رہا ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے تو اعلان کیا ہے کہ میرا سب سے اوّلین مقصد یہی ہے۔ کہ ہندوستان سے مذہب کو مٹا دوں۔ پس

ہمارا کانگریس سے اختلاف

اس وجہ سے ہے کہ یہ تحریک مذہب۔ تمدن۔ اقتصادیات سوشل تمدنی اور سیاسی عمارت کو بیخ و بُن سے اکھیڑ دینے والی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اگر یہ تحریک کامیاب ہو گئی۔ تو انگریز تو ہندوستان سے چلے جائیں گے۔ مگر امن بھی یہاں قائم نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ اس کی تقویت کے ساتھ ساتھ ہر ایک کے دل میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہے۔ کہ جس قانون کو تم نہ سمجھ سکو۔ اسے توڑ ڈالو۔ سوشلزم کے بعض فرقے جن کا فرانس میں زیادہ زور رہا ہے۔ خیال رکھتے تھے۔ کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے کوئی پیسہ

ہیں خرچ کرنا چاہیئے۔ اور ریل کا سفر بغیر کسی کرایہ کے ہونا چاہیئے۔ اسی طرح جائدادوں پر بھی کسی کا قبضہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ سارا مال سب کے لئے ہے۔ کسی دوکان پر گئے۔ اور جو چیز پسند آئی۔ اٹھا کر جیب میں ڈالی۔ اور چلدیئے۔ تو قانون شکنی کا خیال پیدا کر کے تمام حدیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے ہم کانگریس کی مخالفت کرتے ہیں۔ ہاں اگر وہ طریق چھوڑ دے۔ جو ملک کے اخلاق اور مذہب کو برباد کرنے والے ہوں۔ تو پھر

تصفیہ حقوق کا سوال

پیدا ہوگا۔ وگرنہ وہ چونکہ زہر پھیلا رہے ہیں۔ اس لئے خواہ وہ سارے کے سارے حقوق ہمارے حوالے کردیں اور ہمارے تمام مطالبات تسلیم کرلیں۔ پھر بھی ہم ان کی مخالفت ترک نہیں کر سکتے۔ ہاں جو ان ذرائع کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اور صرف حقوق کی بنا پر مخالف ہیں۔ ان سے ہم یہی کہینگے۔ کہ کانگریس کے ساتھ شامل ہونے سے قبل اس سے اپنے حقوق منوالو۔

باقی اگر اس سوال کو نظر انداز بھی کر دیا جائے۔ تو بھی

ہندو انگریزوں سے بہتر نہیں

ہو سکتے۔ دنیا میں ایک عام قاعدہ یہ ہے۔ کہ جو مصیبت انسان پر آتی ہے۔ اسے تو وہ سہ لیتا ہے۔ لیکن نئی مصیبت زیادہ پریشانی کا موجب ہوتی ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب آزاد نے جو گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر تھے اور اب فوت ہو چکے ہیں۔ اسی لطیفہ پر ایک دلچسپ مضمون لکھا تھا۔ کہ انسان جس تکلیف کا عادی ہو جائے اسے تو وہ زیادہ محسوس نہیں کرتا۔ لیکن نئی تکلیف کا احساس بہت زیادہ ہوتا ہے۔ انہوں نے

حشر کے میدان کا نظارہ

کھینچا ہے۔ کہ ایک میدان ہے۔ جہاں یہ اجازت ہے کہ لوگ اپنی پرانی بیماریاں چھوڑ کر نئی منتخب کرلیں جنہیں وہ اپنے لئے ہلکی سمجھیں۔ ہر شخص نے وہاں جس بیماری کو اپنے لئے ہلکا سمجھا۔ اختیار کر لیا۔ اور اپنی پرانی بیماری کو وہاں چھوڑ دیا۔ جس کے سر میں درد تھی۔ اس نے خیال کیا۔ پیٹ کی درد اس سے اچھی ہے۔ انسان کا دماغ تو کام کر سکتا ہے۔ اس نے پیٹ کی درد لی۔ جس کے پیٹ میں درد تھی۔ اس نے سوچا۔ سر درد اچھی ہے۔ انسان اچھی طرح کھا پی تو سکتا ہے۔ اس نے پیٹ درد پھینک کر سر درد لے لی۔ مگر بیماریاں تبدیل کرنے کے بعد وہاں ایک کہرام مچ گیا۔ اور ہر ایک نے یہی شور مچانا شروع کر دیا

کہ میری پہلی تکلیف ہی مجھے دیدی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس تکلیف میں انسان مبتلا ہو۔ چونکہ اس کا وہ عادی ہو جاتا ہے۔ اور اس کے کئی علاج بھی اسے معلوم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے وہ اس قدر پریشان کن نہیں ہوتی۔ لیکن نئی بیماریوں سے وہ گھبرا جاتا ہے۔ خطرناک سے خطرناک بیماریوں کے علاج دنیا میں موجود ہیں۔ لیکن جب انفلوئنزا پھوٹا۔ تو تمام معالج گھبرا گئے۔ کیونکہ وہ ایک نئی بیماری تھی۔ جس کے علاج سے وہ واقف نہ ہوئے تھے۔ اسی طرح ہم مان لیتے ہیں۔ کہ انگریزوں کا وجود بھی ہندوستان کے لئے ایک بلا ہے۔ لیکن یہ بلا پرانی ہو چکی ہے۔ ہم اس سے واقف ہو چکے ہیں۔ اور یہ ہم سے واقف ہے۔ مگر جو بلا نئی آئیگی۔ وہ بوجہ ناواقفیت اس سے بہت زیادہ تکلیف دہ ہوگی۔ انگریز ایک تجربہ شدہ بلا ہیں۔ اور ہمیں اس کی

برداشت کی عادت

ہو چکی ہے۔ پھر انگریز چونکہ غیر ملک کے رہنے والے ہیں۔ وہ صلح کے لئے بھی جلد آمادہ ہو سکتے ہیں۔ لیکن ہندوؤں میں یہ بات بھی نہیں۔ ابھی دیکھ لو۔ انگریز تو صلح پر آمادگی کا اظہار کر رہے ہیں۔ لیکن باوجودیکہ ہندوستان کو اس وقت تک ملا کچھ بھی نہیں۔

ہندو مہا سبھا

یہی کہتی ہے۔ کہ مسلمانوں سے ہمیں صلح کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ اگر نہیں مانتے۔ تو نہ مانیں۔ حالانکہ

مہا سبھا محکوم ہے اور انگریز حاکم

تو باہر سے آئی ہوئی قوم عقل کی بات تسلیم کر لیتی اور دباؤ زیادہ مان لیتی ہے۔ مگر اپنے ہی ملک کی اکثریت اس کی پرواہ نہیں کیا کرتی۔ اور وہ زور سے حکومت کرتی ہے۔ اسلئے

ہندو خطرہ انگریزی خطرہ سے بہت بڑھکر ہے

اور ہر شخص جو محض الفاظ کا غلام نہ ہو۔ اور حریت کے لفظ کے فریب میں آیا ہوا نہ ہو۔ وہ تسلیم کریگا۔ کہ ہندوستان میں انگریزوں کا رہنا ہندوؤں کی حکومت سے بہتر اور

مسلمانوں کے لئے فائدہ مند

ہے۔ انگریز تو زیادہ سے زیادہ یہ کرتے ہیں۔ کہ چند ایک بڑی بڑی نوکریاں ہندوستانیوں کو نہیں دیتے۔ لیکن باقی ملازمتیں وہ دینے پر مجبور ہیں۔ کیونکہ چپڑاسی۔ کلرک۔ پٹواری۔ نائب تحصیلدار۔ تحصیلدار۔ تھانیدار۔ پولیس کنسٹبل وغیرہ وہ انگلستان سے نہیں لا سکتے۔ مگر ہندو مسلمانوں کو یہ بھی نہ دینگے۔ بلکہ ان کی کوشش تو یہ ہوگی۔ کہ بھک منگا اور فقیر بھی کوئی مسلمان نہ ہو۔ ہندو ریاستوں میں جا کر

دیکھ لو۔ یہ فرق بآسانی معلوم ہو سکتا ہے۔ انگریزوں کے گھر میں جا کر ہم تبلیغ کر سکتے ہیں۔ لیکن ہندو ریاستوں میں اس سے روکا جاتا ہے۔ فتنہ ارتداد کے زمانہ میں

بھرت پور کے سرکاری افسر

شدھی میں حصہ لیتے رہے۔ ایک جگہ انہوں نے پاس کھڑے ہو کر اور لوگوں کو مجبور کر کے شدھ کرایا۔ لیکن اس کے بعد یہ احکام نافذ کر دیئے۔ کہ یہاں کسی آریہ لیکچرار یا مسلمان مبلغ کو آنے کی اجازت نہیں۔ مگر معنے اس کے یہی تھے۔ کہ مسلمان یہاں آکر تبلیغ نہ کر سکیں۔ جب میں نے مبلغ وہاں بھیجے۔ تو ان کو یہی کہکر نکال دیا گیا۔ کہ یہاں آریہ پرچارکوں کو بھی آنے کی اجازت نہیں۔ اور مسلمان مبلغ بھی نہیں آسکتے۔ اور گورنمنٹ کو بھی یہی لکھدیا گیا۔ کہ ہم نے امن قائم کرنے کے لئے دونوں جانب کے مبلغوں کا داخلہ بند کر دیا ہے۔ اسی طرح

الور میں

ہؤا۔ وہاں کافی لوگوں کو شدھ کر لیا گیا۔ اور جب ہمارے آدمی وہاں پہنچے۔ تو سشن جج نے فیصلہ کر دیا۔ کہ آریہ اور مسلمان دونوں اقوام کے مبلغ یہاں سے چلے جائیں بظاہر تو یہ حکم بہت ہی قرین انصاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ دونوں کے لئے ایک سا حکم جاری کیا گیا۔ مگر درحقیقت یہ

مسلمانوں سے صریح بے انصافی

تھی۔ آریہ جب اپنا کام کر چکے۔ تو انہیں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کے تو یہی معنے تھے۔ کہ مسلمان دوبارہ وہاں آکر تبلیغ نہ کر سکیں۔ پس اگر یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ انگریز اور ہندو دونوں بُرے ہیں۔ تو بھی موجودہ مصیبت کو چھوڑ کر نئی اختیار کرنا عقلمندی نہیں۔ اگر انگریزوں سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں۔ تب بھی وہ ہندوؤں کی مصیبت سے اچھے ہیں۔ کیونکہ کم تعداد میں ہیں۔ اور باہر سے آئے ہوئے ہیں۔ لیکن ہندوؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور وہ یہیں کے رہنے والے ہیں۔ انگریزوں سے اگر عدم تعاون کیا جائے۔ تو وہ اس سے دب بھی سکتے ہیں۔ ابھی دیکھ لو۔ تھوڑا ہی عرصہ سے ان کے کپڑے کا بائیکاٹ کیا گیا ہے۔ اور وہ صلح کے لئے بے حد کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اگر مسلمان ہندوؤں سے اس قسم کا سلوک کریں۔ تو ان پر قطعاً کوئی اثر نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہاں ان کی اپنی تعداد اس قدر کافی ہے۔ کہ ان کے کام چل سکتے ہیں۔ پھر وہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ مسلمان لمبا عرصہ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ایک تو ان کی تعداد کم ہے۔ دوسرے ان پاس اس قدر سرمایہ نہیں

اس لئے یہ خیال غلط ہے۔ کہ

دونوں سے عدم تعاون برابر

ہے۔ کیونکہ اوّل تو ہم تصفیہ حقوق کی وجہ سے کانگریس سے عدم تعاون نہیں کر رہے۔ پھر اگر ہندو اور کانگریس دونو کو برابر تسلیم کر لیا جائے۔ تو بھی ہندو انگریزوں سے اچھے نہیں ہو سکتے انگریزوں نے تو کچھ حقوق مقرر کئے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہم آہستہ آہستہ یہ دیدینگے۔ لیکن ہندو تو مسلمانوں کو سرے سے ہی جواب دے رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ تمہارے حقوق ہی کوئی نہیں۔ ہندو مہا سبھا صاف انکار کر چکی ہے۔ مگر انگریز تو کہتے ہیں۔ تمہارے حقوق ہیں۔ اور ہم ضرور دینگے۔ پس بظاہر یہ دلیل جو خوبصورت نظر آتی ہے۔ لیکن دراصل یہ صحیح نہیں۔

چونکہ پہلے مضمون پر میں تفصیل سے بول چکا ہوں۔ اس لئے اس پر اور زیادہ اس وقت نہیں بولتا۔ ہاں اس کے متعلق

الفضل میں اعلان

ہو جانا چاہئے۔ کہ کانگریس والوں کی طرف سے اگر کوئی نئی بات پیش کی جائے۔ یا میرے خطبات پر کوئی اعتراض ہو۔ تو وہ لکھ بھیجا کریں۔ تا میں اس کا جواب دیدیا کروں لیکن ہے۔ اس کے متعلق خطبات کا سلسلہ تو شاید بند کرنا پڑے۔ کیونکہ دیگر مذہبی امور بھی توجہ کے محتاج ہیں۔ مگر تحریروں کے ذریعہ میں ضرور ان کے جوابات دیا کرونگا۔ میرے خیال میں ابھی

ایک سوال بہت اہم ہے

اور وہ یہ کہ آخر مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے۔ میں اس کے متعلق ضرور کچھ بولنا چاہتا ہوں۔ یا اگر اللہ تعالےٰ نے چاہا تو مضامین کے ذریعہ اس پر روشنی ڈالونگا۔ ان احباب کو جو اعتراض نئے پیش آئیں۔ یا میرے خطبات پر دوسروں کی طرف سے کوئی اعتراض ہوں۔ وہ لکھ بھیجا کریں۔ تا مضمون زیادہ مکمل ہو سکے ؛

ضرورت

۱۔ ایک مخلص احمدی نوجوان (نابینا) جو حافظ قرآن کریم ہونیکے علاوہ قراءت، منطق اور فلسفہ کی بخوبی تعلیم دے سکتے ہیں۔ اور اس کے سوائے دیگر علوم عربیہ بھی پڑھا سکتے ہیں۔ اگر کسی جماعت کو انکی خدمات کی ضرورت ہو۔ تو دفتر نظارت تعلیم و تربیت میں اطلاع دیں۔ حافظ صاحب تعلیم کے علاوہ تبلیغ سلسلہ میں بھی انشاء اللہ مفید کام کر سکینگے ؛

۲۔ مڈل سکول گھٹیالیاں کیلئے ایک قابل محنتی اور دیانتدار ہیڈ ماسٹر کی ضرورت ہے جو طلباء کو انگریزی اچھی طرح پڑھا سکے ؛

لودھیانہ میں بم سازی

بانیان کانگریس کے نزدیک اغراض و مقاصد کانگریس خواہ کس قدر بھی حب الوطنی اور آزادیٔ ملک کے پاکیزہ جذبات سے لبریز بیان کئے جائیں۔ اور ملک کا حریت و انقلاب پسند طبقہ ان مقاصد کو کامیاب بنانے کے لئے خواہ کس قدر بھی قربانی اور ایثار کے دام فریب کا نظارہ پیش کرے۔ لیکن کوئی صحیح الدماغ انسان اور واقعات و حالات پر نظر غائر ڈالنے والا محب وطن اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ کانگریس کی تحریک جوں جوں ملک میں نشر و اشاعت اور استحکام حاصل کر رہی ہے۔ ملک کی فضاء مکدر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ بدامنی ترقی کر رہی۔ جراثیم انار کی نشو و نما حاصل کر رہے بم بازی و بم سازی کے تباہ کن جرائم میں اضافہ ہو رہا۔ اور خلاف ورزی قانون کے حیلہ و بہانہ سے عوام کے اخلاق تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ اور اگر چندے یہی حالت رہی۔ اور کانگریس نے خلاف ورزی قانون کی عاقبت نااندیشانہ تعلیم سے دستکش ہونے کا اعلان نہ کیا۔ تو ملک میں اور زیادہ پریشان کن حالات رونما ہونے کا خطرہ ہے۔ اور بقول ہز ایکسیلنسی گورنر پنجاب ہندوستان میں دوزخ کا نظارہ نظر آئے گا۔ جو ملک کی انتہائی بدقسمتی کی دلیل ہے۔ کل سے ہمارے شہر لودھیانہ میں سنسنی پھیل رہی ہے۔ جس کے مختصر کوائف حسب ذیل ہیں۔

ماہ گذشتہ میں ریلوے لائن پر ایک بم رکھا گیا جب ایک فرنٹ وان ٹرین جو بوقت شب لودھیانہ سے انبالہ جا رہی تھی۔ اس پر سے گذری۔ تو بم پھٹا۔ مگر خوش قسمتی سے کوئی نقصان جان و مال نہ ہوا۔ پولیس سراغرسانی میں مصروف تھی۔ کل ۵ر تاریخ کی شام کو ایک مستری چھجو رام لہار کے کارخانہ نکل سازی میں سے ایک تیار بم اور ایک نامکمل بم کا مصالح برآمد ہوا۔ مستری مذکور اور اس کا ایک کاریگر عطا محمد نامی گرفتار کر لئے گئے۔ اس کے بعد بوقت شب میاں جمال الدین خان سب انسپکٹر پولیس نے مسماۃ جسونت کور زوجہ دریام سنگھ گرنتھی محلہ اقبال گنج کے مکان پر چھاپہ مارا۔ جہاں پریتم سنگھ نامی ایک گرنتھی رہا کرتا تھا۔ جو اپنے آپ کو دریام سنگھ مذکور کا دوست بیان کرتا ہے۔ خانہ تلاشی پر دو سالم بم اور بارود و پوٹاش کی کافی مقدار برآمد ہوئی۔ پریتم سنگھ گرفتار کر لیا گیا۔ شہر میں سنسنی پھیلی ہوئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ماہ گذشتہ میں ریلوے لائن پر جو بم رکھا گیا تھا۔ وہ محض آزمائش کے لئے تھا۔ گرفتاری بم سے پیشتر یہ افواہ تھی۔ کہ کانگریس کے ایک جلسہ واقع قیصر گنج میں میاں جمال الدین سب انسپکٹر کو ہلاک کرنے کی غرض سے بم سے جایا گیا تھا۔ مگر اشرار کو موقعہ نہ ملا۔ میاں جمال الدین سب انسپکٹر اپنے فرائض کو مستعدی اور جرأت سے سرانجام دینے والے افسر ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ مقامی اعلےٰ افسران پر بھی حملہ کرنے کی سازش تھی۔ اور ریلوے لائن کو اُڑانے کی بھی۔ مگر صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس نواب زادہ مرزا اعزاز الدین احمد خان صاحب کی حسن تدبیر، مستعدی اور قابلیت نے اس خطرناک سازش کا قبل از وقت سراغ لگا لیا۔ اس کارنمایاں کے لئے صاحب ممدوح قابل مبارکباد ہیں ؛

(خاکسار محمد شفیع سکرٹری جماعت احمدیہ لودھیانہ)

ہندوستان کی خبریں

—— شملہ۔ ۶ رجون۔ چار اور پانچ جون کی درمیانی شب کو آفریدی بہت بڑی تعداد میں ضلع پشاور میں داخل ہو گئے اور شہر کے جنوب کی طرف چھاؤنی کے نواح میں باغات میں گھس آئے۔ پانچ تاریخ کی صبح کو فوج کا ایک کالم روانہ ہوا۔ جو غنیم کے مختلف گروہوں کے ساتھ برسر پیکار رہا۔ پیادہ اور سوار فوج ہوائی جہازوں اور توپ خانہ نے متفقہ طور پر ان حملوں میں حصہ لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ قبائیلی لشکر کو منتشر کر کے انہیں پسپا کر دیا گیا۔ سرحدی رجمنٹ کے تین سپاہی اور برطانوی افواج کا صرف ایک سپاہی ہلاک ہوا ہے۔ اور کچھ سپاہی کم و بیش شدید زخمی ہوئے ہیں۔ برطانی عورتیں اور بچے پشاور کلب میں پہونچا دیئے گئے ہیں۔

—— کوئٹہ۔ ۶ رجون۔ چار جون کو ساڑھے تین بجے شام کے قریب سرحد پار کے اچک زئی حملہ آوروں کا ایک گروہ میجر خار ہے۔ اور کپتان اور مسز فریر کو مع دو ہندوستانی موٹر ڈرائیوروں کے اٹھا کر لے گیا۔ یہ واردات چمن سے سات میل پر ہوئی۔ ۷ رجون کی اطلاع ہے۔ کہ یہ لوگ رہا کر دیئے گئے اور سلامتی کے ساتھ چمن پہونچ گئے ہیں۔ پنجشنبہ کی رات کو گلستان میں بھی ایک حملہ ہوا۔

—— بمبئی۔ ۷ رجون۔ قلعے کے رقبے میں یورپین دکانوں پر پکیٹنگ کا دوسرا دن کسی حادثے کے بغیر گذر گیا۔

—— شملہ۔ ۷ رجون۔ پنجاب کونسل کا گرمائی اجلاس ۱۲ رجولائی کو شملہ میں شروع ہوگا۔

—— لاہور۔ ۷ رجون۔ پنجاب پراونشل مسلم لیگ کا ایک غیر معمولی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں قرار پایا۔ کہ سول نافرمانی کی تحریک ہندوستان کے لئے پیغام اجل ہے۔ اور سرحد میں نفاذ اصلاحات کے متعلق ہندو رہنماؤں کے غدارانہ نظریہ کی پُرزور مذمت کی گئی۔

—— لاہور۔ ۸ رجون۔ انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور کے ایک اجلاس میں سول نافرمانی کی شدید مذمت کی گئی۔ اور صوبجات کے لئے فیڈرل کی طرز کی حکومت کا مطالبہ کیا گیا۔ ایک اور قرارداد میں پشاور کے حادثات پر دلی افسوس اور مصیبت زدگان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔

—— شملہ۔ ۷ رجون۔ ہندوستان میں مردم شماری ۲۶ رفروری ۱۹۳۱ء اور برما میں ۲۴ رفروری کی رات کو ہوگی۔

—— شملہ۔ ۷ رجون۔ مسٹر ہیگ ہوم ممبر گجرات اور بالعموم احاطہ بمبئی کی صورت حالات پر حکومت بمبئی سے بحث و تمحیص کرنے کے لئے شملہ سے جانب بمبئی روانہ ہوئے۔

—— بھاگلپور۔ ۷ رجون۔ اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ ایک سو چھبیس چوکیداروں چھ سرپنچوں اور دو دفعداروں نے اپنی اپنی اسامیوں سے استعفاء دیدیا ہے۔ کیونکہ پولیس نے شراب اور گانجے کی دکانوں پر پہرہ بیٹھنے والے رضاکاروں پر حملہ کیا تھا۔

—— بمبئی۔ ۶ رجون۔ مسٹر جناح نے سندھ سٹوڈنٹس کانفرنس منعقدہ حیدر آباد سندھ میں ۷ رجون کو منعقد ہوئی شرکت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اور گول میز کانفرنس پر اپنے اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے۔ کہ پُرامن اور غیر متشددانہ سول نافرمانی غیر ممکن العمل ہے۔

—— لکھنؤ۔ ۷ رجون۔ صوبجات متحدہ کی مسلم کانفرنس کے معتمد عمومی نے اعلان کیا ہے۔ کہ سائمن رپورٹ کی اشاعت کے بعد رپورٹ اور اپنی موجودہ و آئندہ حکمت عملی پر غور و خوض کرنے کے لئے مسلم کانفرنس کے صدر راجہ سلیم پور نے ۲۸ اور ۲۹ رجون کو منعقد ہونے والے مسلم نمائندوں کے سیاسی جلسے کے لئے دعوت نامے بھیج دیئے ہیں۔ آل انڈیا مسلم کانفرنس کے سکرٹری نے بھی انہیں تاریخوں کو لکھنؤ میں مجلس عاملہ کے ارکان کا ایک جلسہ طلب کیا ہے۔

—— کلکتہ۔ ۷ رجون۔ پولیس نے بایسائی ضلع مدنا پور میں ایک ہجوم کو منتشر ہونے کے لئے کہا۔ لیکن جب اس نے انکار کر دیا۔ تو پولیس نے گولی چلا دی۔ ۲۵ اشخاص مجروح ہوئے۔ لوگ ناجائز نمک بنا رہے تھے۔

—— ایبٹ آباد۔ ۷ رجون۔ گڑھوال رائفلز پر غدر کے الزام کے متعلق کورٹ مارشل کی تحقیقات ختم ہو گئی۔ وکیل صفائی نے کہا۔ کہ انہوں نے حکم دینے پر لاریوں میں جانے سے انکار کر دیا۔ لیکن انہوں نے افسروں کو سلام کرنا نہیں چھوڑا تھا۔ اور مزاحمت کے بغیر اپنے اسلحہ اور گولہ بارود واپس کر دیا۔ اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ انہوں نے غدر کیا۔ ان پر حکم ماننے سے انکار کرنے کا الزام بھی نہیں لگایا جا سکتا۔ کورٹ مارشل نے اپنی سفارشات احکام حاصل کرنے کے لئے ناردرن کمانڈر راولپنڈی کو بھیجدی ہیں۔

—— لاہور۔ ۸ رجون۔ سر خدا بخش ٹوانہ جو آج صبح پنجاب کے زمینداروں کے وفد کی رہنمائی کرنے کے بعد جس نے حال ہی میں وائسرائے سے ملاقات کی ہے۔ شملہ سے یہاں پہونچے تھے۔ قلب کی حرکت بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال کر گئے۔

—— پشاور۔ ۸ رجون۔ سردار گنگا سنگھ پرو پرائٹر ڈیری فارم پشاور نے جن کے دو بچے ۳۱ رمئی ۱۹۳۰ء کی صبح کو کارپورل کی گولی سے ہلاک اور ان کی بیوی مجروح ہوئی تھی۔ نے اس بیان کی پُرزور تردید کی ہے۔ کہ انہیں ان کے بچوں کی موت کے بدلے میں کچھ پیش کیا گیا تھا۔ آپ کہتے ہیں۔ کہ کوئی ایسی پیشکش نہیں ہوئی۔ اور نہ وہ کبھی ایسی پیشکش قبول کرینگے۔ کوئی باعزت آدمی اپنے بچوں کی زندگی کو بیچنا گوارا نہیں کر سکتا۔

—— سائمن کمیشن کی رپورٹ کا پہلا حصہ شایع ہوگیا ہے۔ جس میں کمیشن نے ہندوستان کو اس کی منزل مقصود تک پہونچنے میں امداد کا یقین دلایا ہے۔ اور تسلیم کیا ہے کہ ہندوستان کی تحریک وطنیت کو نظر انداز کرنا سخت غلطی ہوگی۔ کیونکہ قومی عزت اور خودداری کی اپیل سے بیدار شدہ تمام قوتیں اس تحریک کی پشت پر ہیں۔ کمیشن کے نزدیک ہندو مسلم کشیدگی کی وجہ سیاسی طاقت اور اس سے پیدا شدہ مواقع سے فائدہ اٹھانا ہے۔ کمیشن کا خیال ہے۔ کہ جب تک ہندوستانی عورت ایک تعلیم یافتہ شہری کی حیثیت سے اپنا فرض ادا کرنے کے قابل نہیں ہوگی۔ ہندوستان کی ترقی کی آرزوئیں پوری نہیں ہو سکتیں۔ صوبہ سرحد کے متعلق لکھا ہے۔ کہ اس صوبہ کے حالات اور ہندوستان کی حفاظت کے لحاظ سے اس کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی ایسا راستہ تجویز کرنے کی کوشش کی جائیگی۔ جس سے ان لوگوں کی حکومت میں حصہ لینے کی خواہش پوری ہو سکے۔ ہندوستان کی تعلیمی پستی پر بہت افسوس کا اظہار کیا گیا ہے۔

—— پشاور۔ ۹ رجون۔ لینس کارپورل کمنگز کو جس کی بندوق سے ایک سکھ کے دو بچے ہلاک اور بیوی زخمی ہوئی تھی۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے ۱۸ ماہ قید کی سزا دی ہے اسے سنٹرل جیل پشاور میں بھیجدیا گیا ہے۔

—— پشاور۔ ۹ رجون۔ پشاور میں بالکل امن ہے۔ آفریدیوں کے حملہ کی خبر سے لوگوں نے دوکانیں خالی کر دی تھیں۔ لیکن اب پھر ان میں سامان رکھ رہے ہیں۔ ہندو جو ایبٹ آباد وغیرہ کی طرف بھاگ گئے تھے۔ واپس آرہے ہیں۔

—— آگرہ۔ ۹ رجون۔ شیعہ اور سنی مسلمانوں میں تنازعہ کے باعث تعزیئے نہیں نکالے گئے۔

—— مدراس۔ ۹ رجون۔ مسٹر جسٹس ایڈی مدراس ہائیکورٹ یکم جون سے ملازمت سے مستعفی ہو گئے۔

(عبد الرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شایع کیا)